فہرست

عنوان	صفحہ

(د) اخلاق و آداب

۱۔ علم کی اہمیت و فضیلت	۱۱۵
۲۔ اسلام میں خاندان کی اہمیت	۱۱۷
۳۔ احترامِ انسانیت	۱۲۲
۴۔ عدلِ اجتماعی	۱۲۵
۵۔ عفت وحیاء	۱۲۹

باب چہارم: ہدایت کے سر چشمے و مشاہیر اسلام

۱۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ	۱۳۴
۲۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ	۱۴۰
۳۔ جابر بن حیان	۱۴۴
۴۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۷

(الف) قرآن مجید: تعارف اور فضائل

حاصلاتِ تعلم

- قرآن مجید کا تعارف بیان کر سکیں۔
- قرآن مجید کی عظمت وفضیلت بیان کر سکیں۔
- روز مرہ کی زندگی میں قرآن مجید کے حقوق وآداب کی اتباع کر سکیں۔

قرآن مجید کا تعارف: لفظ "قرآن" کے لغوی معنی پڑھنا ہے۔اور "قرآن" کے معنی پڑھی ہوئی کتاب بھی ہے۔ قرآن کریم کے اصطلاحی معنی ہیں "اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ (حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کے آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رحمت اور سلامتی ہو۔) پر جبریل امین علیہ السلام کے ذریعے نازل ہوا اور مصاحف میں لکھا گیا۔

قرآن مجید میں ۳۰ پارے، ۱۱۴ سورتیں، ۵۵۸ رکوع اور ۶۲۳۶ آیات ہیں۔ پہلی سورۃ الفاتحہ اور آخری سورۃ الناس ہے۔ سب سے بڑی سورۃ البقرہ ہے اور سب سے چھوٹی سورۃ الکوثر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت بیان کرنے والی بڑی آیت آیۃ الکرسی ہے۔ "سورۃ" کم از کم تین آیات پر مشتمل ہوتی ہے اور ہر سورۃ کا ایک خاص مضمون وموضوع ہوتا ہے۔ جس کی ابتداء میں سورۃ توبہ کے علاوہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ لکھا گیا ہے۔ اس کو سورۃ کہا جاتا ہے۔ "آیت" کے لغوی معنی ہیں نشان یا علامت۔ اصطلاح میں "آیت" قرآن شریف کے ایک فقرہ کو کہتے ہیں اور فقرہ کے آخر میں ○ علامت ہوتی ہے۔

قرآن مجید کے نام: قرآن مجید کا اصل نام یہی "القرآن" ہے، لیکن علماء کرام نے اس کے علاوہ بھی بہت سارے نام شمار کیے ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ان میں سے چند مشہور نام یہ ہیں: ۱۔ القرآن: کلام پاک کا یہ اصلی اور ذاتی نام ہے۔ ۲۔ الفرقان: حق وباطل میں فرق کرنے والی کتاب۔ ۳۔ الذکر: نصیحت کرنے والی کتاب۔ ۴۔ الکتاب: خاص کتاب یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید۔ ۵۔ الہدیٰ: راہ دکھانے والی کتاب۔ ۶۔ النور: روشنی والی کتاب۔ ۷۔ الحق: ثابت شدہ کتاب۔ ۸۔ الشفاء: یعنی جسمانی وروحانی بیماریاں ختم کرنے والی کتاب۔ ۹۔ التنزیل: اتاری ہوئی کتاب۔

نزول قرآن: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا ازلی و ابدی کلام ہے، جو "لوح محفوظ" میں موجود ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ (سورۃ البروج:۲۲) ترجمہ: (یہ کوئی معمولی کلام نہیں) بلکہ یہ قرآن عظیم الشان کتاب ہے۔ لوح محفوظ میں (لکھا ہوا)۔

قرآن کریم لوحِ محفوظ سے زمین پر نزول کے دو مراحل میں پہنچا ہے۔ پہلا مرحلہ مکمل قرآن کریم، دنیا والے آسمان پر "بیت العزۃ" میں نازل ہوا، اس سلسلہ میں سورۃ القدر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔ (القدر:۱) دوسرا مرحلہ اس کے بعد ضرورت اور موقع کی مناسبت سے وقتاً فوقتاً حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر مختلف آیتوں اور سورتوں کی صورت میں لاتے تھے جو بتدریج بائیس برس اور کچھ ماہ میں نازل ہوا، جس میں سے بارہ سال کچھ مہینے مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوا اور باقی دارالہجرت مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔

تدریجی نزول: قرآن کریم کے نزول کا دوسرا مرحلہ تدریجی (مرحلہ وار) کہلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم، لوگوں کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھ کر سناؤ اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا ہے۔ (الاسراء:۱۰۶) ۔ قرآن کریم کے تدریجی انداز میں نزول کی درج ذیل حکمتیں ہیں:

- قرآن کریم یاد کرنا آسان ہو گیا۔
- مختلف احکامات جو قرآن کریم میں موجود ہیں انسانی طبیعتوں کو ان پر عمل کے لیے رفتہ رفتہ آمادہ کیا گیا، اگر ایک دفعہ تمام احکامات نازل ہوتے تو قدیم عادات کو ترک کرنے اور نئے احکام پر لوگوں کے لیے عمل کرنا بہت مشکل ہوتا۔
- مخالف لوگوں کی تکلیفیں اور اذیتیں جب حد سے بڑھ جاتیں تھیں اور پھر کوئی وحی نازل ہوتی تھی تو وہ مسلمانوں کی دلوں کے لیے باعثِ تسکین بنتی تھیں۔
- مختلف اوقات میں لوگوں کی طرف سے سوالات پوچھنے پر ان کا بروقت جواب دینے سے قرآن کریم کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔

لوح محفوظ: لوح محفوظ سے مراد وہ تختی یا کتاب جو ہر طرح کی دستبرد سے محفوظ ہو اور تمام احکام و فرامین اور کلماتِ الٰہی کا مصدر ہے۔

بیت العزۃ: یہ آسمان دنیا میں وہ جگہ ہے جہاں قرآن مجید کو لوح محفوظ سے یکبارگی میں اتارا گیا پھر آسمان دنیا (بیت العزۃ) سے تھوڑا تھوڑا کر کے حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر اتارا گیا۔

مکی و مدنی سورتوں کا تعارف اور خصوصیات: قرآن مجید کی سورتوں کو نزول کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ وہ آیات یا سورتیں جو ہجرت مدینہ سے قبل نازل ہوئیں وہ مکی کہلاتی ہیں اور جو ہجرتِ مدینہ کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔ اس اعتبار سے مکی سورتوں کی تعداد ۸۸ اور مدنی سورتوں کی تعداد ۲۶ ہے۔ مندرجہ ذیل خصوصیات کی بناء پر مکی اور مدنی سورتوں کو پہچانا جاسکتا ہے:

- مکی سورتیں عموماً چھوٹی ہیں اور ان میں اکثر توحید و رسالت، آخرت کے مجمل احکام، دین و عبادات اور سابقہ امتوں کے واقعات اور انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے بیان کیے گئے ہیں، جبکہ مدنی سورتیں بڑی ہیں اور ان میں زیادہ تر شریعت کے تفصیلی احکام ہیں۔
- مکی دور کی سورتوں اور آیات میں اہلِ ایمان کو ان کے فرائض بتائے گئے ہیں اور گمراہ لوگوں کو گزشتہ اقوام کے انجام سے خبردار کیا گیا ہے، جبکہ مدنی سورتوں اور آیات میں تفصیلی احکام بتائے گئے ہیں۔ جیسے زکواۃ، حج، جہاد و قتال کے مسائل اور جرائم کی سزائیں وغیرہ بتائی گئی ہیں اور زندگی کے مختلف گوشوں سماجی، معاشی اور خاندانی نوعیت کے احکام سے متعلق بنیادی ہدایات دی گئی ہیں۔
- مکی سورتوں میں مومنوں کے ساتھ زیادہ تر مشرکین کو خطاب کرکے سمجھایا گیا ہے، جبکہ مدنی سورتوں میں مسلمانوں کے ساتھ منافقین اور اہل کتاب کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔
- اکثر مکی سورتوں میں ''یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ'' (اے لوگو) کے الفاظ سے اور مدنی سورتوں میں ''یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' (اے ایمان والو) کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کی عظمت و فضیلت: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آخری الہامی کتاب ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات عظمت اور بزرگی والی ہے اور ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔ اس طرح اس کی کتاب بھی عظمت اور بلند شان والی ہے۔ ہر قسم کی غلطی، تحریف اور تغیر سے پاک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹) ترجمہ: بیشک یہ کتاب نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور یقیناً ہم اس کے نگہبان ہیں۔ اس کتاب میں بے پناہ تاثیر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ترجمہ: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔ اور یہ مثالیں، ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔ (الحشر:۲۱)

حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے والے کے لیے فرمایا ہے: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۵۰۲۷) ترجمہ: تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے مزید ارشاد فرمایا کہ میں تمھارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جن پر عمل کرنے کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے ایک قرآن اور دوسری میری سنت ہے، جو دونوں ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر حاضر ہوں۔ (مستدرک حاکم، حدیث: ۴۳۲۱)

قرآن مجید کی چند خوبیاں:

۱۔ قرآن مجید کا الہامی کتاب ہونا: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب ہے جو انسانوں کی ہدایت کے لیے آخری پیغام ہے، جو رہتی دنیا کے اقوام کا دستورِ عمل ہے اور دنیا و آخرت کی فلاح کی ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمتِ عظمیٰ کا کوئی بدل نہیں، اس کا پڑھنا اور سننا باعثِ برکت و ثواب ہے، اس کو سمجھنا، اس کی باریکیوں پر غور و فکر کرنا باعثِ ہدایت و سعادتِ دارین ہے، جبکہ اس کی تعلیمات پر عمل کرنا، دوسروں کو سنانا اور اس کی برکات سے محروم لوگوں تک اس کو پہنچانا بہت بڑی نیکی اور حصول سعادتِ دارین کا موجب ہے۔

۲۔ قرآن مجید کا عربی زبان میں نازل ہونا: قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف: ۲) ترجمہ: ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم لوگ سمجھ سکو۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو صدیوں سے اسی طرح پڑھا جارہا ہے، جس طرح وہ اپنے نزول کے وقت پڑھا جاتا تھا، جس کا خاص سبب اس کا عربی زبان میں ہونا اور خاص طرزِ بیان ہے۔

۳۔ انداز و اسلوب میں منفرد ہونا: قرآن کریم کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ اپنے انداز و اسلوب میں منفرد ہے، یہ بے حد دلکش اور روح میں اتر جانے والی کتاب ہے اس کے مضامین اور موضوعات میں کوئی تضاد اور تفاوت نہیں ہے، یہی بات اس کے برحق ہونے کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ: بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے۔ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔ (النساء: ۸۲)

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ، ترجمہ: قرآن کی فضیلت دیگر کلام پر اس طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۲۲۰۸)

جس طرح پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کو برتری اور عظمت حاصل ہے اسی طرح اس کے کلام کو بھی بڑی عظمت وفضیلت حاصل ہے۔

۴۔ شک وشبہ سے بالاتر کتاب: قرآن کریم نے ابتداء ہی میں اپنی عظمت کا اعلان کیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ۔ (سورۃ البقرہ:۲) ترجمہ: یہ کتاب یعنی قرآن مجید اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ کا کلام ہے پرہیزگاروں کیلیے رہنما ہے۔

قرآن کریم ضابطہ حیات ہے: قرآن مجید قیامت تک ساری کائنات کے تمام مادی وروحانی، دینی ودنیوی تقاضوں کے لیے، مکمل دستورِ حیات، دائمی وعالمگیر قانون ہے۔ قرآن کریم ہمیں زندگی کے تمام شعبہ جات میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ جس میں انسانی زندگی کی حقیقت، حلال و حرام، خیر و شر، تقویٰ وعبادات کے مسائل کے ساتھ شرعی احکام ونصیحت، حکومت و تجارت، جنگ وصلح جیسے مسائل کی رہنمائی کرتا ہے اور یہ معاشرتی، اقتصادی، سیاسی اور اخلاقی تعلیمات وکردار کو بہتر سے بہتر بنانے کے اصول بتاتا ہے۔

قرآن مجید کے حقوق و آداب: قرآن مجید ایک بابرکت کتاب ہے، اس کی شان عام کتابوں سے بڑھ کر ہے، اس لیے مسلمانوں پر اس کے حقوق و آدابِ عائد ہوتے ہیں، جن کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ مثلاً: ۱. قرآن مجید پر ایمان لانا، ۲. قرآن مجید کو باوضو غور سے پڑھنا، ۳. قرآن مجید کو سمجھنا، قرآن مجید میں تدبر اور غور وفکر کرنا، ۴. قرآن مجید پر عمل کرنا، ۵. قرآن مجید کی تعلیم کو عام کرنا، ۶. قرآن مجید کے نظام کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر نافذ کرنا۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ قرآن کریم کے احکام پر زندگی گزارنے کی کوشش کریں، اس کی تعلیمات پر عمل کریں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	"مسلمان اور قرآن مجید" استاد کی نگرانی میں کمرہ جماعت میں اجتماعی طور پر باہمی مکالمہ کے بعد نکات تیار کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ قرآن کریم کا جامع تعارف تحریر کریں۔

۲۔ قرآن مجید کی چند خوبیاں بیان کریں۔

۳۔ قرآن مجید کے فضائل پر نوٹ تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ لفظ قرآن لفظ کا مطلب لکھیں۔

۲۔ سورت اور آیت کا مطلب بیان کریں۔

۳۔ مکی اور مدنی سورتوں کا فرق تحریر کریں۔

۴۔ قرآن کریم کے مشہور نام تحریر کریں۔

۵۔ قرآن مجید کے فضائل کے متعلق کم از کم دو احادیث بیان کریں۔

۶۔ قرآن مجید کے حقوق و آداب بیان کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ لفظ "قرآن" کے لغوی معنی ہے:

(الف) آسمانی کتاب (ب) سنی ہوئی کتاب

(ج) پڑھی ہوئی کتاب (د) لکھی ہوئی کتاب

۲۔ اللہ تعالیٰ کا دائمی و عالمگیر قانون ہے:

(الف) قرآن مجید (ب) احادیث

(ج) فقہ (د) تفسیر

۳۔ قرآن مجید کے نام "الذکر" سے مراد ہے:

(الف) راہ دکھانے والی کتاب (ب) روشنی والی کتاب

(ج) نصیحت والی کتاب (د) ثابت شدہ کتاب

۴۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا ازلی کلام، جو موجود ہے:

(الف) بیت المعمور میں (ب) خانہ کعبہ میں

(ج) بیت العزۃ میں (د) لوح محفوظ میں

ہدایات برائے اساتذہ کرام

"قرآن مجید مکمل ضابطہ حیات" ہے پر تقریری مقابلہ کروائیں۔

(ب) منتخب آیات کا ترجمہ و تشریح

حاصلاتِ تعلم

- منتخب آیات کا ترجمہ و تشریح اور ذکر کردہ اصطلاحات کی تشریح کر سکیں۔
- آیات کی روشنی میں سماجی عدل و انصاف کو سمجھ سکیں۔
- منتخب آیات کا تفہیم کر کے مفہوم پر روشنی ڈال سکیں۔

(ب) ۱۔ منتخب آیات، ترجمہ و تشریح: سورۃ البقرہ:۱۷۷، سورۃ النساء:۱ تا ۴

آیت نمبر ۱: لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ‌ۚ وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِۙ وَالسَّآئِلِيۡنَ وَفِى الرِّقَابِ‌ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ‌ۚ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا‌ۚ وَالصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيۡنَ الۡبَاۡسِ‌ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا‌ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾ (سورۃ البقرۃ: آیت ۱۷۷)

ترجمہ: نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کو قبلہ سمجھ کر ان کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر اور روز آخر پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں کے چھڑانے میں خرچ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور جب عہد کر لیں تو اس کو پورا کریں اور سختی اور تکلیف میں اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ ہیں جو ایمان میں سچے ہیں اور یہی ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

الفاظ اور معانی		
اَلۡبِرَّ: نیکی	الرِّقَابِ: گردنیں	اَلۡمُوۡفُوۡنَ: پورا کرنے والے
اَلۡبَاۡسَآءِ: تکلیف	الضَّرَّآءِ: مصیبت	حِيۡنَ الۡبَاۡسِ: جنگ کے وقت

اَلۡبِرَّ: برّ کے معنی ہے نیکی اور اس سے مراد اچھے اور پسندیدہ کاموں کو بجالانا ہے۔ حدیث میں ہے کہ "البرحسن الخلق" نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۵۳)

تشریح: اس آیت میں دین اسلام کے اصل روح ایمان اور نیکی کو بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت کا تعلق تحویل قبلہ کے واقعہ سے ہے جب حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ۱۶-۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا شروع کی، تو یہود اعتراض کرنے لگے کہ یہ کیسا دین ہے کہ کبھی مغرب اور کبھی مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

قرآن کریم کی آیات میں سے یہ ایک اہم اور جامع آیت ہے، جس میں ایمانیات، معاملات، جانی و مالی عبادات اور نیک اعمال کی تعلیم و ترغیب دی گئی ہے، جس کا مقصد ہے کہ نیکی محض ظاہری اعمال کرنے اور رسومات کے بجالانے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ نیکی کے اصل کام تو یہ ہیں: دین کے بنیادی عقائد پر ایمان لانا، معاشرے میں ضرورتمندوں کے کام آنا، اللہ تعالیٰ کے فرائض سرانجام دینا، معاملہ داری میں سیدھا ہونا اور دین پر ثابت قدم رہنا وغیرہ نیکی کے کام ہیں۔ جو بھی یہ نیکی کے کام سرانجام دے گا تو وہ ایک نیکوکار، بااخلاق، سچا اور پرہیز گار کہلائے گا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ درست عقائد اپنائیں اور ہمہ وقت اعمال صالحہ اور نیکی کو بجالانے کی کوشش کرتے رہیں تا کہ ہماری دنیا و آخرت سنور جائے۔

سرگرمی	ابواب البر (اعتقادات، عبادات، اخلاق و اعمال) کی فہرست طلبہ سے مرتب کروائیں۔

آیت نمبر ۲: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَ بَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا ۝ (سورۃ النساء: آیت: ۱)

ترجمہ: لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا یعنی اوّل اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے ضروریات پوری کرنے کا مطالبہ کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچو کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔

الفاظ اور معانی

بَثَّ: پھیلایا	نِسَآءً: عورتیں	تَسَآءَلُوۡنَ: ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔
الۡاَرۡحَامَ: رشتہ داریاں	رَقِیۡبًا: نگہبان	

الۡاَرۡحَامَ: ارحام، رِحم کی جمع ہے جس کے معنی ہیں نسبی اور قریب کے رشتے، ان کے ساتھ تعلقات برقرار رکھنا "صلہ رحمی" کہلاتا ہے۔ وَالۡاَرۡحَامَ سے رشتہ کی قرابت داری مراد ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے

فرمایا: صلہ رحمی یہ نہیں کہ جب دوسرا جوڑے تو آپ اس سے جوڑیں بلکہ صلہ رحمی یہ ہے کہ جب دوسرا توڑے تو آپ اس کے ساتھ قرابت داری جوڑے رکھیں۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۵۹۹۱)

تشریح: اس آیت میں ۱۔ ایک خالق، ۲۔ وحدت انسانیت، ۳۔ صلہ رحمی کی اہمیت، ۴۔ رشتہ داروں کے حقوق، ۵۔ قطع رحمی کی وعید کو بیان کیا گیا ہے۔ "اے انسانو" کے لفظ سے اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کو خطاب فرمایا ہے کہ: تم سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ تم جو بھی مرد و عورت، چھوٹے بڑے، اچھے برے، دانا و نادان مسلمان یا کوئی بھی ہو! تمھیں اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے اور اس کی سزا سے ڈر کر نافرمانیوں سے بچنا چاہیے۔ اس خطاب سے یہ بات بھی ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ تمام انسان اصل میں ایک ہیں کہ سب مٹی سے پیدا ہوئے ہیں، پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر بنی نوع انسان کو حضرت آدم و حوا سے پیدا کیا۔ اس لیے ہم سب کو آپس میں برادرانہ تعلق اور محبت والا سلوک رکھنا چاہیے، رشتہ داروں سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور صلہ رحمی پر ہمیشگی اختیار کرنی چاہیے اور رشتے ناتے توڑنے اور حق تلفی سے گریز کرنا چاہیے، اور ہم سب کو ایک ہو کر رہنا چاہیے۔

سرگرمی صلہ رحمی کا مفہوم اور فوائد پر روشنی ڈالیں، باہمی مکالمہ کے بعد طلبہ سے نکات تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۳: وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا ۝
(سورۃ النساء، آیت: ۲)

ترجمہ: اور یتیموں کا مال جو تمھاری تحویل میں ہو ان کے حوالے کر دو اور ان کے پاکیزہ اور عمدہ مال کو اپنے ناقص اور برے مال سے نہ بدلو اور نہ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ۔ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔

الفاظ اور معانی	
لَا تَتَبَدَّلُوا: تبدیل نہ کرو	الْخَبِیْثَ: خراب چیز
الطَّیِّبِ: اچھی چیز	حُوْبًا: گناہ

تشریح: اس آیت میں یتیموں کے سرپرستوں سے خطاب ہے جس میں یتیموں کے حقوق اور ان کے مال کی حفاظت کے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث میں (۱) یتیم بچوں کی دیکھ بھال کرنے، (۲) ان کے ساتھ اچھے سلوک کرنے اور (۳) ان کے مال و ملکیت کی حفاظت کے بارے میں بڑی تفصیل کے ساتھ ہدایات دی گئی ہیں، یہاں ان لوگوں کو حکم ہے جو یتیم

بچوں کے سرپرست و نگران ہیں، کہ ورثے کے طور پر یتیم بچوں کو جو مال ملا ہے وہ ان کے جوان ہوتے ہی ان کے حوالے کر دیں۔ کیوں کہ ان کی ملکیت تمھارے پاس امانت ہے، اس لیے، نہ ان کی کوئی بھی چیز اٹھا کر اپنی ردی مال سے بدل دیں اور نہ ہی کھانے پینے اور استعمال کرنے کے دوران بے جا اور فضول خرچی کر کے ان کا مال ہڑپ کر لیں۔ کسی کی بھی حق تلفی سے پرہیز کریں کیوں کہ اس طرح کرنا اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت بڑا گناہ اور ناانصافی کی بات ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم روزمرہ کی زندگی میں حق داروں کا پورا حق ادا کریں اور یتامیٰ کے مال کی حفاظت کریں اور ان کے عاقل و بالغ ہونے کے بعد ان کو ورثے میں ملا ہوا مال ان کے حوالے کریں۔

سرگرمی	یتیموں کے مال کی حفاظت کے احکام کو باہمی مکالمہ کے بعد طلبہ سے نکات کی صورت میں تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۴: وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـٴًـا مَّرِیْٓـٴًـا ﴿۴﴾ (سورۃ النساء، آیت:۴)

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے مزے سے کھالو۔

الفاظ اور معانی	
صَدُقٰتِهِنَّ: ان (عورتوں) کے مہر	مَّرِیْٓـٴًـا: مزہ
هَنِیْٓـٴًـا: خوشگواری	طِبْنَ: وہ (عورتیں) خوش ہوئیں

مہر: وہ مال ہے جو عقد نکاح کے سبب بیوی کا حق بنتا ہے جو شوہر کے ذمہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ بیوی کو ادا کرے۔

تشریح: اس آیت میں عورتوں کے ایک خاص حق یعنی مہر کی ادائیگی کی تاکید بیان کی گئی ہے۔ حق مہر کبھی بھی معاف نہیں ہوتا۔ بہتر یہ ہے کہ مہر فوری ادا کیا جائے۔ یہ شوہر کی طرف سے ایک تحفہ احترام ہے، جو پیسوں کی صورت میں یا کسی بھی ایسی چیز کی شکل میں ہو جو قیمت رکھتی ہو، اسلام نے مہر کو عورت کی ملکیت قرار دیا ہے جس کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکتی ہے، شوہر کو اس سے باز پرس کا کوئی حق نہیں ہے۔

مہر اگر وقت پر ادا کیا جائے تو ''مُعَجَّل'' اور تاخیر سے دیا جائے تو ''مُؤَجَّل'' کہلاتا ہے۔ مہر مقرر نہ کرنے کی صورت میں ''مہر مثل'' لازم ہوتا ہے (یعنی ان کے خاندان کی عورتوں پھوپھی اور بہن وغیرہ کو جو مہر ملا ہے)، اگر زندگی بھر شوہر نے مہر ادا نہ کیا تو اس کے اوپر قرض رہے گا اور اس کے مرنے کے بعد اس کی ملکیت سے بیوی کو دلایا جائے گا۔

اس آیت میں ۱۔ اللہ تعالیٰ نے بیویوں کے اس خاص حق کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ: بیویوں کو ان کا حق مہر خوشی خوشی اور رغبت کے ساتھ خود ادا کر دو۔ تاکہ تمھاری آپس میں بنی رہے، زبردستی معاف کرانا، ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا یا نہ دینے کا ارادہ کرنا گناہ ہے۔ ۲۔ ہاں اگر بیوی خوش دلی سے مہر کا کچھ حصہ یا پورا مہر چھوڑ دے تو پھر شوہر پر کوئی حرج نہیں اور وہ اس کو اپنی مرضی سے استعمال میں لا سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ خواتین کے حقوق ادا کریں بالخصوص "مہر" کو تو ہر حال میں ادا کرنا چاہیے۔

سرگرمی	کمرہ جماعت میں مہر کی ادائیگی کا حکم اور تاکید اور استعمال کرنے کی صورت پر مختصر وضاحت کریں۔

آیت نمبر ۵: وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

(سورۃ النساء، آیت: ۵)

ترجمہ: اور کم عقلوں کو ان کا مال جسے اللہ نے تم لوگوں کے لیے سبب معیشت بنایا ہے مت دو ہاں اس میں سے ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہتے رہو۔

الفاظ اور معانی		
لَا تُؤْتُوا: حوالے نہ کرو	السُّفَهَآءَ: ناسمجھ	اُكْسُوْهُمْ: تم انھیں پہناؤ

تشریح: اس آیت میں یتیموں اور ناسمجھ اور معذور افراد کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یتیم بچوں کے کفیل کو درج ذیل ہدایات دی گئی ہیں کہ:

- اگر یتیم بچے جوان ہو چکے ہیں مگر مال کی حفاظت کا طریقہ نہیں جانتے ہوں اور استعمال کی صلاحیت نہیں رکھتے ہوں اور اپنی سادگی یا کم عقلی کی وجہ سے مال کا نقصان کر دیں گے، تو ان کو یہ مال و ملکیت حوالے نہ کرو جو تم سب کے گذر بسر اور قیام و بقا کا ذریعہ ہے۔ کیوں کہ مال انسان کا ذریعہ معاش ہے، تھوڑی سی غفلت بھی مال اور صاحب مال کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔
- یہ ملکیت ان کے حوالہ کرنے کے بجائے ان کی ضروریات زندگی کا انتظام کرتے رہو، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، تعلیم و تربیت پر ان کا مال خرچ کر کے ان کو فائدہ دو کیوں کہ وہ بھی معاشرہ کا حصہ ہیں۔
- اگر وہ اپنی ملکیت کا مطالبہ کریں تو ان سے اچھی بات کہو کہ یہ ملکیت تمھاری ہی تو ہے، ہم تو بس نگران و سرپرست ہیں۔ آپ جب اس کے سنبھالنے کے قابل ہو جاؤ تو تمھارا مال تمھیں سونپ دیا جائے گا۔

سرگرمی	یتیموں کی پرورش کے مسائل پر اجمالاً نکات کی صورت میں طلبہ سے تحریر کروائیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر کریں:

۱۔ مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ تحریر کریں:

- وَ اٰتُوا الْیَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا۔
- وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةًؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا۔

۲۔ آیت لیس البر کی روشنی میں۔ البر کے نکات تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ کی معانی تحریر کریں:

اَلْبَاْسَآءِ	بَثَّ	حُوْبًا	نِحْلَةً	السُّفَهَآءَ

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ آیت لیس البر میں صبر کے مواقع بیان کریں۔

۲۔ صلہ رحمی کا مطلب کیا ہے؟ تحریر کریں۔

۳۔ یتامیٰ کے اموال کے متعلق سرپرستوں کو کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

(د) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا کا تعلق ہے:

(الف) ایمانیات سے　　(ب) معاملات سے

(ج) مالی عبادات سے　　(د) جانی عبادات سے

۲۔ یا ایھا الناس سے مخاطب کیا گیا ہے:

(الف) فرشتوں کو　　(ب) انسانوں کو

(ج) حیوانوں کو　　(د) جنوں کو

۳۔ البر حسن الخلق کے معنی ہیں:

(الف) نیکی سخاوت کا نام ہے　　(ب) نیکی بردباری کا نام ہے

(ج) نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے　　(د) نیکی ایثار کا نام ہے

(ب)   ۲۔ منتخب آیات، ترجمہ و تشریح: سورۃ النساء: ۶ تا ۱۰

آیت نمبر ۶: وَ ابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَ لَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَ مَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَ مَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۶﴾ (سورۃ النساء، آیت: ۶)

ترجمہ: اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو اور جانچتے رہو پھر بالغ ہونے پر اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔ اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ یعنی بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے اس کو فضول خرچی اور جلدی میں نہ اڑا دینا۔ اور جو شخص آسودہ حال ہو اس کو ایسے مال سے قطعی طور پر پرہیز رکھنا چاہیے اور جو ضرورت مند ہو وہ مناسب طور پر یعنی بقدر خدمت کچھ لے لے۔ اور جب ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو اور حقیقت میں تو اللہ ہی گواہ اور حساب لینے والا کافی ہے۔

الفاظ اور معانی		
اِبْتَلُوا: تم جانچتے رہو	بَلَغُوا: وہ پہنچے	اٰنَسْتُمْ: تم محسوس کرو
رُشْدًا: سمجھ بوجھ	اِسْرَافًا: بے جا/فضول خرچی	بِدَارًا: خوف سے
فَلْيَسْتَعْفِفْ: اسے بچنا چاہیے	حَسِيْبًا: حساب کرنے والا	

بلوغ: بلوغ سے مراد ہے نکاح کی عمر کو پہنچ جانا۔ **رشد:** رشد سے مراد مالی انتظام اور کاروبار کی سمجھ بوجھ رکھنا۔

تشریح: اس آیت میں نابالغ اور یتامیٰ کے اموال کو واپسی کے وقت شرائط کا ذکر ہے اور ان کے اموال کو بے دریغ خرچ کرنے سے ممانعت بیان کی گئی ہے۔ اور بتلایا گیا ہے کہ جب ان میں بلوغ و رشد پایا جائے تو ملکیت ان کے حوالے کر دیں۔ دولت کو سنبھالنے، اس کو جائز تجارت میں لگانے اور نفع و نقصان میں فرق سمجھنے جیسے معاملات سے متعلق ان بچوں کی قابلیت اور صلاحیت کی آزمائش کی جائے، اگر وہ اس عمر کو پہنچ چکے ہیں کہ یہ چیزیں سمجھنے لگے ہیں تو ملکیت ان کے حوالے کر دو۔ اور ملکیت حوالے کرنے کے وقت گواہ مقرر کر دیے جائیں تاکہ بعد میں کسی پر کوئی الزام عائد نہ ہو، غلط فہمی بھی ختم ہو جائے گی اور آئندہ کسی جھگڑے کا خدشہ بھی نہیں رہے گا۔

دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ جب تک مال منتقل نہیں ہوا ہو، بلکہ مال کفیل کے پاس ہے اور وہ خود دولت مند ہے تو یتیم بچوں کے مال میں سے کچھ استعمال کرنے کی اس کو اجازت نہیں، باقی جو یہ ان کی دیکھ بھال کرتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا اجر دے گا، البتہ کفیل خود غریب اور محتاج ہے تو اس کو منصفانہ طریقے سے بقدرِ ضرورت دستور کے مطابق اس مال میں سے لینے کی اجازت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے کفیلوں کو ہدایت کر دی ہے، کہ اس خیال سے کہ بچے بڑے ہو جائیں گے اور اپنے مال کا تقاضا کریں گے، تو جلدی جلدی اور بے جا استعمال میں ان کے مال کو ختم کرنے کی ہر گز گنجائش نہیں ہے بلکہ یہ ظلم ہو گا۔

آیت نمبر ۷: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ (سورۃ النساء: آیت ۷)

ترجمہ: جو مال ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ کر مریں، تھوڑا ہو یا بہت اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔ یہ حصے اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔

الفاظ اور معانی		
نَصِيبٌ: مقرر حصہ	تَرَكَ: اس نے چھوڑا	مَّفْرُوضًا: لازم مقرر کیا ہوا

تشریح: اس آیت میں والدین اور دیگر اقرباء کے چھوڑے ہوئے اموال میں حق میراث کو بیان کیا گیا ہے۔ اسلام سے پہلے عام طور پر عرب کے دستور کے مطابق عورتوں، لڑکیوں اور نابالغ اولاد کو وراثت سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا، اسلام نے یہ اصول و ضابطہ قائم کر دیا ہے کہ حق دار ہونے کے ناطے مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ اس آیت میں مندرجہ ذیل باتوں کی وضاحت کی گئی ہے:

- مرحوم کی چھوڑی ہوئی تمام ملکیت / دولت (منقولہ و غیر منقولہ)، جائداد، اراضی وغیرہ میراث شمار ہو گی۔
- مردوں کے ساتھ بچے اور عورتیں بھی اپنے حصہ کے مطابق میراث حاصل کریں گے۔
- میراث تھوڑی ہو یا زیادہ، اس میں سب شریک ہوں گے۔
- وارثوں میں سے ہر ایک کے لیے اس کا حصہ مقرر ہے جس کا دینا ضروری ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ۔

بہر حال اس آیت میں مسلمانوں کو یتیموں اور عورتوں وغیرہ کے حقوق کی حفاظت فرما کر ان کی حق تلفی سے روک دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اسلام کے قانون وراثت پر اپنی معاشرتی زندگی میں عمل کریں اور ورثا کا جتنا بھی حصہ بنتا ہو بہ رضا و خوشی دیں اور حق تلفی سے بچتے رہیں تا کہ سعادت دارین حاصل ہو۔

سرگرمی	کمرہ جماعت میں "ترکہ اور میراث کے احکام و اہمیت" پر باہمی مذکرہ کروائیں اور کسی عالم دین کی مدد سے مختصر نکات تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۸: وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۸

(سورۃ النساء، آیت:۸)

ترجمہ: اور جب میراث کی تقسیم کے وقت غیر وارث رشتہ دار اور یتیم اور نادار لوگ آ جائیں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو۔ اور ان سے شیریں کلامی سے پیش آیا کرو۔

الفاظ اور معانی		
اَلْقِسْمَةَ: تقسیم (کے وقت)	اُولُوا الْقُرْبٰى: قریبی رشتہ دار	فَارْزُقُوْهُمْ: ان کو کھلاؤ / ان کو دے دو

تشریح: شریعت میں ورثاء اور حصے متعین کیے گئے ہیں جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس آیت میں ورثاء کے درمیان میراث کی تقسیم کے وقت غریب رشتہ داروں سے حسن سلوک کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کچھ آداب بتلائے ہیں اور اخلاقی ہدایات دی ہیں کہ: جب کسی مرحوم کا مال و دولت میراث کے طور پر تقسیم کیا جا رہا ہو تو بعض دفعہ وہاں پر برادری اور کنبہ کے ایسے لوگ بھی جمع ہو جاتے ہیں جن کو اس ملکیت میں سے کوئی شرعی حق نہیں ملنے والا مثلاً: دور کے رشتہ دار، یتیم، مساکین، غریب، محتاج اور سائل وغیرہ تو قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق اس میں سے ان لوگوں کو بھی کچھ نہ کچھ دے کر مدد کی جائے۔

اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان لوگوں کو مجموعی مال سے یہ تبرع اور خیرات نہیں دی جائے گی۔ بلکہ وارثوں میں سے جو بالغ اپنا اپنا حصہ لے چکے ہیں وہ یہ ادائیگی کریں گے۔ کیوں کہ نابالغ بچوں اور غائبین ورثاء کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر ادائیگی کرنا جائز نہ ہوگا۔ ساتھ ہی ورثاء کو غیر وارث لوگوں کے ساتھ برتاؤ کے متعلق اخلاق کی تلقین کی گئی ہے کہ اگر ان غیر حقداروں کو دینا نہیں چاہتے تو ایسا نہ ہو کہ بخل اور غصہ میں ان کو برا بھلا کہنے لگ جاؤ کہ تمھارا کچھ نہیں ہے، یہ

ہماری اپنی ملکیت ہے، بلکہ ان لوگوں کو خوش دلی اور نرمی سے معقول بات کہہ کر رخصت کرو اور ان کو جھڑ نا اور ان کی دل شکنی کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

آیت نمبر۹: وَلۡیَخۡشَ الَّذِیۡنَ لَوۡ تَرَکُوۡا مِنۡ خَلۡفِهِمۡ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا خَافُوۡا عَلَیۡهِمۡ ۪ فَلۡیَتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡیَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا ﴿۹﴾

(سورۃ النساء، آیت:۹)

ترجمہ: اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو ایسی حالت میں ہوں کہ اپنے بعد ننھے ننھے بچے چھوڑ جائیں اور ان کو ان کی نسبت خوف ہو کہ ہمارے مرنے کے بعد ان بیچاروں کا کیا ہوگا پس چاہیے کہ یہ لوگ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔

الفاظ اور معانی		
وَلۡیَخۡشَ: اسے ڈرنا چاہیے	ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا: کمزور اولاد	خَافُوۡا: وہ ڈر گئے

تشریح: اس آیت میں سر پرست کو یتیموں (جو وارث نہ ہونے کی وجہ سے حصہ نہ پاسکے) سے حسن سلوک اور ان کے حقوق کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، کہ ذرا سوچو کہ اگر تم اپنے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہونے لگتے تو تمھیں ان کی کتنی فکر ہوتی؟ پس ہر یتیم کے بارے میں تمھیں ایسا ہی سوچنا اور معاملہ کرنا چاہیے، تاکہ تمھارے دلوں میں ان کے لیے جذبہ رحمت و محبت پیدا ہو۔ یتیموں سے سیدھی، نرم اور اچھی بات کہنی چاہیے، کوئی سخت بات نہیں کرنی چاہیے جس سے اس کا دل ٹوٹے اور ان کا نقصان ہو بلکہ ان کی اصلاح ہو۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے یتیموں کی کفالت اور حقوق کی ادائیگی کی بہت تاکید کی ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الوصایا، حدیث:۲۷۶۷)

آیت نمبر۱۰: اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا ؕ وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ﴿۱۰﴾

(سورۃ النساء، آیت ۱۰)

ترجمہ: جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

الفاظ اور معانی		
یَاۡکُلُوۡنَ: وہ کھاتے ہیں	بُطُوۡنِ: پیٹ	نَارًا: آگ
سَیَصۡلَوۡنَ: عنقریب وہ داخل ہوں گے	سَعِیۡرًا: بھڑکتی ہوئی آگ	

تشریح: اس آیت میں یتیموں کے حقوق اور ان کے مال میں خیانت کی سزا اور وعید کو بیان کیا گیا ہے۔ انسانی معاش میں مال و دولت کی بڑی اہمیت ہے، اس کو جائز اور حلال طریقوں سے کمانا عبادت میں شمار ہوتا ہے، جب کہ باطل طریقوں سے مال جمع کرنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے، عام لوگوں کے مقابلے میں اگر کمزور، ضعیف، یتیموں اور مسکینوں کے مال میں ناجائز تصرف اور خیانت کر کے ان کی اس طرح حق تلفی کی جائے تو یہ اور بڑی برائی کی بات ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے مال کو ظلم کے طور پر ناحق طریقے سے ہتھیانے اور ناجائز استعمال کرنے والوں کے لیے فرمایا کہ وہ جو کچھ بھی اس طرح کھاتے ہیں گویا وہ اپنے پیٹ کے اندر جہنم کی آگ جھونک رہے ہیں۔ اور ان کے لیے آخرت کے جھلسانے والی آگ الگ سے تیار ہے۔ حدیث میں بھی یتیم کے مال کھانے کو بڑے گناہوں میں شمار کیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب المحاربین، حدیث:۶۸۵۷)۔

سرگرمی	''یتیموں کے مال میں خیانت'' کے نقصان پر باہمی مذاکرہ کے بعد نکات تحریر کروائیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر کریں

۱۔ مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ تحریر کریں:

- وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْتَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۔
- اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔

۲۔ سورۃ النساء کی آیت ۶ کی روشنی میں یتیموں کے حقوق تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ کی معانی تحریر کریں:

فَلْيَسْتَعْفِفْ	مَّفْرُوْضًا	فَارْزُقُوْهُمْ	ذُرِّيَّةً	خَافُوْا	بُطُوْنِ	سَعِيْرًا

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ بلوغ اور رشد کا مطلب کیا ہے؟ تحریر کریں۔

۲۔ قرآن کریم میں یتیم کو مال واپس کرنے کا طریقہ کیا بتایا گیا ہے؟

۳۔ قرآن مجید نے یتیم کے کفیل / سرپرست کی کیا ذمہ داریاں بتائی ہیں؟

۴۔ یتیموں کے مال میں خیانت کرنے والوں کی کیا سزا بیان کی گئی ہے؟

(د) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ ملکیت حوالے کرنے کے وقت مقرر کیے جائیں:

(الف) وکیل (ب) گواہ

(ج) نائب (د) حاکم

۲۔ یتیموں کو مال حوالے کرنے کے وقت جانچنا ہے:

(الف) بلوغ ورشد کو (ب) صحت اور مرض کو

(ج) علم ودانش کو (د) تحمل وبرداشت کو

۳۔ یتیم کے مال سے کفیل کو بقدر ضرورت مال لینے کی اجازت ہے جب وہ:

(الف) کفیل غریب ہو (ب) کفیل امیر ہو

(ج) کفیل قرضدار ہو (د) کفیل محتاج ہو

۴۔ یتیموں اور مسکینوں سے بات کرنی چاہیے:

(الف) سختی سے (ب) نرمی سے

(ج) غصے سے (د) ناشائستگی سے

۵۔ قرآن مجید نے یتیموں کا مال ناحق کھانے والوں کا ٹھکانہ بتایا ہے:

(الف) جنت (ب) جہنم

(ج) برزخ (د) قبر

۶۔ یتامی کا مال ناحق کھانے والے وہ اپنے پیٹ میں بھرتے ہیں:

(الف) مٹی (ب) آگ

(ج) پانی (د) ہوا

(ب) ۳۔ منتخب آیات، ترجمہ وتشریح: سورۃ النساء آیت ۲۹، ۳۶۔
سورۃ المائدہ آیت: ۲۳، ۳۳۔۳۴

آیت نمبر ۱۱: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ (سورۃ النساء: آیت ۲۹)

ترجمہ: مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں! اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو اور اس سے مالی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ جائز ہے اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے۔

الفاظ اور معانی		
لَا تَاْكُلُوْٓا: نہ کھائیں	بِالْبَاطِلِ: ناحق طریقے سے	تَرَاضٍ: رضامندی

تشریح: اس آیت میں اکلِ حلال کی تاکید (یعنی ناحق مال کھانے کی ممانعت) اور قتل ناحق کی ممانعت بیان کی گئی ہے۔ ہر انسان کی تین چیزیں بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں، جان، مال اور آبرو۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو ان تینوں چیزوں کی ضمانت دی ہے، چنانچہ جو لوگ اسلام قبول نہیں کرتے صرف اس کو اپنا سیاسی نظام سمجھ کر اس کے زیر سایہ ذمی ہو کر رہنا پسند کرتے ہیں، اسلام میں ان کو بھی یہ تینوں حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس آیت میں پہلی دو چیزوں کی تاکید کی گئی ہے اور جو اسلام لا چکے ہیں ان کو تو بالخصوص ان باتوں کا دھیان رکھنا چاہیے۔

ناحق اور ناجائز مال کھانے کی ممانعت: ایسی چیزیں جو بذات خود حرام ہیں مثلاً: خنزیر، شراب، نشہ آور چیزیں وغیرہ ان کو خریدنا، بیچنا اور استعمال کرنا پہلے ہی ناجائز و حرام ہیں، لیکن ایسی چیزیں جو اپنی ذات میں حلال اور مباح ہیں اگر ان کو خریدنے اور اپنے تصرف میں لانے کے لیے کوئی ناجائز طریقہ استعمال کیا جائے تو وہ چیزیں بھی حرام بن جاتی ہیں۔ مثلاً: چوری، ڈکیتی، غصب، دھونس، رشوت اور سود، جھوٹ، دھوکہ بازی، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، سٹہ اور جوا، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی وغیرہ کے ذریعہ حاصل کیا گیا مال و دولت۔ یہ سب مال حاصل کرنے کے باطل اور ناجائز طریقے ہیں۔ ان سے بچنے اور حلال مال کے حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ رضا و خوشی کے ذریعے کوئی خرید و فروخت ہوئی ہے تو وہ حاصل شدہ مال، حلال ہے اور جائز ملکیت ہے۔

ناحق قتل کی ممانعت: جس طرح دوسرے کا مال کھانا حرام ہے، اسی طرح کسی کی ناحق جان لینا اس سے زیادہ حرام ہے یعنی آپس میں ایک دوسرے کو بلاوجہ ناحق قتل بھی مت کرو۔ دوسرے کی جان لینے کو "اپنے آپ کو مارنے" سے تعبیر کرنے میں یہ بھی اشارہ ہے کہ جب کوئی دوسرے کو ناحق قتل کرے گا تو بدلہ میں وہ خود بھی قتل ہو گا۔ اسی طرح اس میں خودکشی کرنے کی ممانعت بھی واضح ہو گئی کہ دوسرے کے بدلہ میں قتل ہونے سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ کوئی اپنے آپ کو ختم کر دے، چنانچہ یہ تمام صورتیں حرام و ناجائز ہیں۔

سرگرمی	"ناحق مال کھانے" کے باہمی بحث و مباحثہ کے بعد معاشرتی نقصانات طلبہ سے نکات کی صورت میں تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۱۲: وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡجَارِ الۡجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ﴿۳۶﴾

(سورۃ النساء: آیت ۳۶)

ترجمہ: اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور ناداروں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لوگ تمھارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ حسن سلوک کرو (اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔) بیشک اللہ تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

الفاظ اور معانی		
اَلۡجَارِ: پڑوسی	بِالۡجَنۡۢبِ: پاس بیٹھنے والا	ابۡنِ السَّبِیۡلِ: مسافر
اَیۡمَانُکُمۡ: تمھارے ہاتھ	مُخۡتَالًا: اترانے والا	فَخُوۡرَا: تکبر کرنے والا

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت، توحید اور حقوق العباد کی تاکید اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ انسان کے ذمے دو قسم کے حقوق متعلق ہیں، جن میں سے ایک کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے جبکہ دوسرے کا تعلق لوگوں کے ساتھ ہے۔ پہلی قسم کو حقوق اللہ اور دوسری قسم کو حقوق العباد کہا جاتا ہے، اس آیت میں دونوں قسم کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے:

حقوق اللہ: اس آیت میں حقوق اللہ سے متعلق دو باتوں کا بیان ہے: ۱- اللہ تعالیٰ کو بلند عظمت والا جان کر اس کی وحدانیت کے قائل ہو جانا، ۲- اس کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کرتے رہنا۔ اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ کیوں کہ یہ بہت بڑا گناہ اور ظلم ہے۔ یعنی اقرار توحید اور عمل صالح مطلب کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا صرف اسی کی عبادت کرنا اس کے بتائے ہوئے قوانین پر عمل کرنا اور حدود اللہ سے تجاوز نہ کرنا۔

حقوق العباد: بندوں کے حقوق میں سب سے بڑا رتبہ والدین کا ہے اس لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اکثر مقامات پر اپنی عبادت کے بعد والدین کا تذکرہ فرمایا ہے مثلاً ترجمہ: اور تمھارے رب نے فیصلہ سنایا ہے کہ تم اسی کی بندگی کروگے اور والدین سے اچھائی کرتے رہوگے۔ (سورۃ الاسراء: ۲۳)

والدین کے بعد دوسرے لوگوں سے بھی بھلائی اور حسن سلوک کرنے کا حکم ہے مثلاً: قریبی رشتہ دار، یا دور کے رشتہ داروں کے ساتھ حسب مراتب حسن سلوک کرنا اور ان کے حقوق ادا کرنا۔ ہمیں معاشرتی زندگی میں سب لوگوں کے ساتھ امن و سلامتی اور حسن سلوک سے پیش آنا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی پر شدید وعید بیان کی گئی ہے۔، سماج کے کمزور طبقہ والے افراد جیسے یتیم اور غریب، مسکین، حاجت مند قسم کے لوگ، پھر جن سے اکثر طور پر ملنا جلنا رہتا ہے جیسے قریب اور بعید کے پڑوسی، مسافر، مہمان اور ماتحت رہنے والے غلام، ملازم، نوکر چاکر، رفیقِ سفر، پیشہ اور کام کے شریک وغیرہ ان تمام کے ساتھ احسان یعنی نیک سلوک اور اچھے برتاؤ اور ان کی دل جوئی کرنا اور ان پر مال خرچ کرنا وغیرہ کا حکم ہے۔ اسی طرح حیوانات کے ساتھ رحم دلی والا رویہ رکھنے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

سرگرمی طلبہ اپنی زندگی کے واقعات تحریر کریں جن میں انھوں نے کسی کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے۔

آیت نمبر ۱۳: مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ (سورۃ المائدہ: آیت ۳۲)

ترجمہ: اس قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے ذمے یہ بات لکھ دی کہ جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا یعنی بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جو ایک انسان کی جان بچا لے تو گویا اس نے سارے انسانوں کو زندگی دے دی۔ اور ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلیلیں لا چکے ہیں، پھر اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ ملک میں حد اعتدال سے نکل جاتے ہیں۔

الفاظ اور معانی	
کَتَبْنَا: ہم نے لکھا	اَحْیَا: اس نے زندہ کیا
مُسْرِفُوْنَ: حد سے بڑھنے والے	الْبَیِّنٰتِ: کھلی ہدایات

تشریح: اس آیت میں انسانی جان کی حرمت اور حفاظت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ جب بنی اسرائیل میں قتلِ ناحق کا عام رواج شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے قانون بتادیا کہ کسی آدمی کا ناحق قتل کرنا (جس نے کسی کو قتل کیا نہ زمین میں فساد پھیلایا) ایسا ہے کہ گویا پوری انسانیت کو مار دینا ہے اور کسی کی جان بچانا پوری انسانیت کے بچانے کے برابر ہے۔ ناحق قتل سے انسان کی حرمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ اس لیے کہا گیا ہے کہ کوئی شخص قاتل اس وقت بنتا ہے، جب وہ انسانی خون کے رشتے کو توڑ دیتا ہے اور اس کی دل سے بنی نوع انسان سے ہمدردی کا جذبہ نکل جاتا ہے اور اس کے سامنے صرف اپنا مفاد ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں دوسروں کی جان لے لیتا ہے۔ یہ قانون صرف بنی اسرائیل کے لیے نہیں ہے بلکہ تا قیامت بنی نوع انسان کے لیے ہے۔ یہ آیت واضح دلیل ہے کہ اسلام خون ریزی اور فتنہ وفساد کو سخت ناپسند کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کو امن و صلح، صبر و تحمل اور بقائے باہمی اور تکریم انسانیت کی تعلیم دیتا ہے۔

آیت نمبر ۱۴-۱۵: اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾ (سورۃ المائدہ: آیت ۳۳، ۳۴)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ بری طرح قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ایک ایک طرف کے ہاتھ اور ایک ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں۔ یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب تیار ہے۔ (۳۳) ہاں! جن لوگوں نے اس سے پیشتر کہ تمھارے قابو آجائیں توبہ کر لی تو جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ (۳۴)

الفاظ اور معانی		
یُحَارِبُوْنَ: وہ لڑائی کرتے ہیں	یَسْعَوْنَ: وہ کوشش کرتے ہیں	یُصَلَّبُوْٓا: پھانسی دیے جائیں
تُقَطَّعَ: کاٹی جائے	اَرْجُلُ: پاؤں	یُنْفَوْا: جلاوطن کیے جائیں
خِزْیٌ: رسوائی	تَابُوْا: انھوں نے توبہ کی	تَقْدِرُوْا: تم قابو پاؤ

اس آیت میں "الارض" سے مراد وہ جگہ (ملک، ریاست، علاقہ) ہے جہاں اسلامی حکومت قائم ہو اور جس میں امن امان قائم کرنے کی ذمہ داری اسلامی مملکت کی ہو۔

تشریح: اس آیت مبارکہ میں جرم اور فتنہ وفساد کی ممانعت اوران فسادی لوگوں کی شرعی سزا کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے قوانین کی بے حرمتی کر کے گویا اس صالح نظام و معاشرہ سے لڑائی کرنے کے مرتکب ہوئے ہیں، پرامن لوگوں کو اسلحے کے زور پر لوٹتے مارتے اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، سماج کے امن اور سکون کو برباد کرتے ہیں۔ ایسے ظالم اور فسادی قسم کے لوگوں کے لیے اس آیت میں چار قسم کی سزائیں بتائی گئی ہیں۔ ان کو قتل کیا جائے یا سُولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا جلاوطن کر دے جائیں۔

یہ سزائیں اجمالی طور پر بیان کی گئیں ہیں، تاکہ قاضی یا حاکم اپنے اجتہاد سے ہر جرم کو اس کے جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسلامی حکومت کے اندر قتل وغارت، ڈاکہ زنی اور اسلامی حکومت کے خلاف یا بغاوت کرنا یا ہر قسم کا فتنہ وفساد کرنا بدترین جرائم ہیں۔ اور مجرم کو انتہائی سزاؤں میں سے کوئی بھی سزا دی جاسکتی ہے۔

جرم سے توبہ تائب ہونا: دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی فسادی اور ظالم حکومت کی گرفتاری سے پہلے توبہ تائب ہوتا ہے تو یہ شرعی سزائیں جو حقوق اللہ میں سے ہیں، اس پر سے ساقط ہو جائیں گی، البتہ حقوق العباد کے تحت ان کا معاملہ حق داروں سے ہی طے کرنا ضروری ہے یعنی لوٹا ہوا مال اس کو واپس کرنا ہوگا یا اس کا تاوان دینا ہوگا، اور اگر قتل یا زخمی کیا ہے تو ورثاء قصاص یا دیت (خون بہا) پر راضی ہو جائیں یا اس کو معاف کر دیں، تو اس کی جان بخشی ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔

سرگرمی	"توبہ سے حقوق اللہ یا حقوق العباد کی معافی" کی وضاحت استاد یا عالم دین کی مدد سے کروائیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر کریں:

ا۔ مندرجہ ذیل آیات میں سے کسی بھی دو آیات کا ترجمہ تحریر کریں:

- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا۔

- وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا۔
- مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ۔

۲۔ ایک انسان کے ناحق قتل کو پوری انسانیت کا قتل کیوں قرار دیا گیا ہے؟

۳۔ قرآن کریم میں امن عامہ میں خلل ڈالنے والوں کے لیے کون سی سزائیں مقرر کی گئی ہیں؟

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ کی معانی تحریر کریں:

لَا تَاْكُلُوْۤا	مُخْتَالًا	مُسْرِفُوْنَ	خِزْیٌ	تَقْدِرُوْا

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ یتیم کے مال کی حفاظت کیوں ضروری ہے؟

۲۔ "اور اپنے آپ کو قتل مت کرو" کا مفہوم تحریر کریں۔

۳۔ مال حاصل کرنے کے ناجائز طریقے کون سے ہیں؟

(د) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ آمدنی کا ناجائز طریقہ ہے:

(الف) زراعت (ب) صنعت

(ج) تجارت (د) رشوت

۲۔ حقوق العباد سے مراد ہیں:

(الف) اللہ تعالیٰ کے حقوق (ب) انسانوں کے حقوق

(ج) حیوانات کے حقوق (د) نباتات کے حقوق

۳۔ ابن السبیل سے مراد ہے:

(الف) فقیر (ب) مسکین

(ج) مسافر (د) ہمسایہ

۴۔ بے گناہ کو قتل کرنا گویا قتل کرنا ہے:

(الف) پوری کائنات کو　　(ب) پوری انسانیت کو

(ج) پوری حیوانیت کو　　(د) پورے خاندان کو

(ب) ۴۔ منتخب آیات، ترجمہ و تشریح: سورۃ التوبہ آیت ۲۴،۳۳۔ سورۃ الحج آیت: ۳۹-۴۰

آیت نمبر ۱۶: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۠ ﴿۲۴﴾ (سورۃ التوبہ: آیت ۲۴)

ترجمہ: (اے پیغمبر) کہہ دیجیے کہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور خاندان والے اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس میں مندی سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمھیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھیرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم یعنی عذاب بھیجے۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

الفاظ اور معانی		
عَشِيْرَتُكُمْ: خاندان تمھارا	اقْتَرَفْتُمْ: کمایا تم نے	تَخْشَوْنَ: تم ڈرتے ہو
كَسَادَ: مندا ہونا	مَسٰكِنُ: گھر	تَرَبَّصُوْا: انتظار کرو

تشریح: اس آیت میں ہر قسم کی رشتہ داریوں اور تعلقات کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ اور حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا دنیا کی ہر چیز سے مقدم ہے۔ ایمان دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے، جس کے باعث نہ صرف انسان دنیا میں فائدہ حاصل کرتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آخرت کے لیے بھی تیاری ہوتی رہتی ہے۔ مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی محبت و اطاعت اور جہاد فی سبیل اللہ کو بڑی شان اور عظمت سے بیان فرمایا ہے مثلاً:

- جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیا، اللہ کے یہاں ان کا بہت بڑا مرتبہ ہے اور وہی کامیاب لوگ ہیں۔
- اے ایمان والو! تمھارے والدین، تمھاری اولاد، بیویاں و دیگر رشتہ دار اور مال و جائداد یہ سب اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب نہیں ہونے چاہییں اور والدین و دیگر رشتہ داروں کی محبت تمھیں راہ حق پر چلنے پر رکاوٹ نہ بنیں، اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ محبوب نہیں رکھتا ہے تو پھر وہ اللہ کی ناراضگی سے بچ نہیں سکے گا۔

سرگرمی جہاد کی اہمیت وضرورت پر باہمی مذاکرہ کے بعد طلبہ سے نکات کی صورت میں تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۱۷: هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ۙ وَ لَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ﴿۳۳﴾

(سورۃ التوبہ:۳۳)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔

الفاظ اور معانی		
اَرۡسَلَ: اس نے بھیجا	لِیُظۡهِرَهٗ: تاکہ غالب کرے اس کو	کَرِهَ: اس نے ناپسند کیا

تشریح: اس آیت میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت کا مقصد، ہدایت اور دین اسلام کا مقام اور اس کی اہمیت اور غلبہ وبرتری کی خبر اور وعدہ بیان کیا گیا ہے اور یہ خوشخبری اس وقت دی گئی تھی، جب مسلمان بہت کمزور تھے اور بظاہر کسی غلبہ کی امید نہ تھی، بتایا گیا کہ اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔(آل عمران:۱۹)

حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی بعثت کے جو مقاصد قرآن مجید و احادیث مبارکہ میں بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک مقصد اس آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو ہدایت اور دین برحق دے کر اس لیے بھیجا ہے کہ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کریں، اگرچہ کفار ومشرکوں کو یہ بات ناپسند لگتی ہو۔

چنانچہ اس غلبہ سے دو طرح کا غلبہ مراد ہے:

۱. **معقولیت اور دلیل و حجت کا غلبہ:** جس کا مطلب یہ ہے کہ نظریاتی و علمی مباحث کے ذریعہ دیگر مذاہب کے لوگ مغلوب ہو کر اسلام کی برتری کا اقرار کریں اور اس قسم کا غلبہ تو ہر زمانہ میں موجود رہا ہے۔

۲. **سلطنت اور حکومت کا غلبہ:** اس اعتبار سے کہ کسی مملکت میں یا پوری دنیا میں صرف دین اسلام ہی غالب ہو دیگر ادیان کو کوئی بالادستی حاصل نہ ہو، اس قسم کا غلبہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کے دور میں اسلام کو حاصل رہا کہ سرزمینِ عرب میں اسلام سربلند ہوا دنیا کی سپر پاور سلطنتیں روم و فارس مغلوب ہو گئیں اور پوری دنیا دین اسلام کے نور سے منور ہو گئی۔

لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا اتباع اور اصول اسلام کی پاسداری اور دین حق کے غلبے کے لیے کام کریں یہ سب کا دینی فریضہ ہے اور اسی میں فلاح دارین ہے۔

سرگرمی	”موجودہ دور میں غلبہ دین کے لیے تجاویز“ باہمی مکالمہ کے بعد نکات کی صورت میں طلبہ سے تحریر کروائیں۔

آیت نمبر ۱۸۔۱۹: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ﴿۳۹﴾ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۴۰﴾ (سورۃ الحج: آیت ۳۹،۴۰)

ترجمہ: جن مسلمانوں سے خوا مخواہ لڑائی کی جاتی ہے ان کو اجازت ہے کہ وہ بھی لڑیں کیوں کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور اللہ ان کی مدد کرے گا وہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ (۳۹) یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے انھوں نے کچھ قصور نہیں کیا ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے گرائی جا چکی ہوتیں۔ اور جو شخص اللہ کی مدد کرتا ہے اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔ بیشک اللہ قوی اور غالب ہے۔ (۴۰)

الفاظ اور معانی		
اُذِنَ: اجازت دی گئی	اُخْرِجُوْا: وہ نکالے گئے	دِيَارِ: گھر
دَفْعُ: روکنا	هُدِّمَتْ: مسمار کی گئی	صَوَامِعُ: خانقاہیں
بِيَعٌ: کلیسائیں	صَلَوٰتٌ: عبادتگاہیں	نَصْرِ: مدد / فتح

تشریح: ان آیات میں اذن جہاد، مسلمانوں کی امداد کا وعدہ اور مہاجرین کی ہمت افزائی اور قتال کی حکمت کو بیان کیا گیا ہے۔

حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے مکہ مکرمہ میں اعلانِ نبوت سے لے کر ہجرتِ مدینہ تک کے تیرہ برس مسلمانوں اور خود حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے لیے نہایت صبر آزما اور مشکلات والے تھے، جہاں پر تکلیفوں اور سختیوں پر ردِ عمل کی بجائے صبر و ضبط کا حکم تھا اور کسی قسم کی جوابی کاروائی سے روکا جاتا رہا، مگر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی مملکت کے قیام کے فوراً بعد مسلمانوں کو پہلی ہجری میں ہی اپنی مدافعت کے لیے کفار کا مقابلہ اور

مظلومیت کے خاتمہ، دیگر ادیان پر غلبہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنے کی اجازت مل گئی۔ جس کا تذکرہ سورۃ الحج کی آیت نمبر ۳۸ سے ہوتا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ: اسلام کے دشمن ظالم لوگوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ مومنوں کا دفاع کرے گا، مظلوم مسلمانوں کو جہاد کرنے کی اجازت دی جاتی ہے، جن کو زیادتی کا نشانہ بنا کر صرف اس لیے گھروں سے بے گھر کیا گیا کہ وہ ایک معبود کو مانتے ہیں ان کو جہاد کی اس لیے اجازت دی گئی تاکہ لوگوں کے جان، مال، عزت وناموس، دین اور عبادت گاہوں کا تقدس فسادی لوگوں کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ اور مظلوم لوگوں کی مدد اور دادرسی کی جائے۔

ان آیات میں جہاد کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ جتنے انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں آئے انھوں نے اپنی اُمتوں کو صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کی بندگی کی تعلیم دی اور اقامت دین کے لیے بہت کوششیں کیں اور اس کے لیے عبادت گاہیں بنوائیں مثلاً: عیسائیت میں خانقاہیں / صومعہ، کلیسا / بیعہ۔ یہودی مذہب میں عبادت کے لیے صلوات اور اسلام میں مساجد بنائی گئیں۔ جو لوگ ان آسمانی مذاہب کے مخالف تھے وہ ان کی عبادت گاہوں کے منہدم کرنے کی مہم میں تھے، اس لیے جہاد کے ذریعہ ان کا دفاع کیا جائے۔ پھر مظلوموں کی دادرسی کرنا، فسادیوں اور ناشکرے اور عہد شکنی کرنے والے لوگوں کو سزا دینا، دنیا میں امن وسکون لانا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کوشش کرنا بھی جہاد کی حکمتوں میں شامل ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اعلاء کلمۃ اللہ، امن امان قائم کرنے اور مظلوموں کی مدد اور دادرسی کے لیے ہر وقت جہاد کے لیے تیار رہیں۔ تاکہ فلاح دارین حاصل کر سکیں۔

آیت نمبر ۲۰: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ (سورۃ الحج: آیت ۴۱)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں حکومت دے دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

الفاظ اور معانی		
مَكَّنّٰا: ہم نے جگہ دی	اَقَامُوا: قائم کریں	اَلْمَعْرُوْفِ: نیک کام
اَلْمُنْكَرِ: بُرا کام	عَاقِبَةُ: انجام	اَلْاُمُوْرِ: معاملات

تشریح: اس آیت میں مہاجرین کی فضیلت، ان کے اقتدار کی پیشن گوئی، اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں اور دین کے مددگاروں کی صفات وخصوصیات کا ذکر ہے۔ اگر ان کو حکومت ملے تو ایمان، عمل صالح، عبادت گزاری، شرک سے پرہیز،

دین حق کے غلبہ کے لیے جدوجہد اور خوف و خطرہ میں ثابت قدم ہوں۔ نیز نماز اور زکواۃ کی پابندی کریں۔ اپنے اختیارات نیکی کو پھیلانے اور بدی کو مٹانے میں استعمال کریں۔

مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا، جس کے لیے میثاقِ مدینہ کے نام سے پہلا آئین اور دستور بنایا گیا، جس کے مطابق حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ اس کے سربراہ اور رعیت کے درمیان صلح صفائی کرانے کے ذمہ دار قرار پائے، اس طرح رعایا کو امن و سکون فراہم کرنا، ان کی تعلیم، صحت اور معاش کا انتظام کرنا بھی ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل رہا، چنانچہ آیت مذکورہ میں ان باتوں کی تاکید کی گئی ہے، کہ جب ایمان والوں کو زمین میں حکومت و اختیار حاصل ہو تو ان کو مندرجہ ذیل باتوں پر خاص طور پر دھیان دینا چاہیے:

نماز قائم کرنا: نماز دین کا ایک اہم رکن اور عبادت ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے مضبوط ہو جائے اور تزکیہ نفس حاصل ہو جائے۔

زکواۃ ادا کرنا: زکواۃ کا تعلق براہِ راست سماج کی معاشیات سے ہے، اس لیے ریاست کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ معاش کے وسائل پیدا کرے اور لوگوں کی ضروریات کے لیے مناسب انتظامات کرے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر: معروف کی معنی ہے ایسی نیکی اور بھلائی والے کام جسے سب اچھا سمجھتے ہوں۔ منکر کی معنی ہے ہر قسم کی بدی یا برائی جسے سب برا اور ناپسندیدہ سمجھیں۔ سماج میں اچھے کاموں کو فروغ دیا جائے اور ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جائے جو معاشرہ کے لیے کارآمد ثابت ہوں، اسی طرح جن لوگوں سے معاشرہ کے بگاڑ اور فساد کا اندیشہ ہو ان لوگوں کو بدی اور بُرائی فسق و فجور اور تکبر و غرور سے روکنا، اور ان کے لیے سزائیں اور قوانین نافذ کیے جائیں تاکہ معاشرے میں امن و سکون کا دور دورہ ہو۔

سرگرمی	"اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں" پر بحث و مباحثہ کے بعد اہم نکات طلبہ تحریر کروائیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے جواب تحریر کریں:

ا۔ مندرجہ ذیل آیات میں کسی بھی دو آیات کا ترجمہ تحریر کریں:

- هُوَالَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ۔
- اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصۡرِهِمۡ لَقَدِیۡرُ۔
- اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ۔

۲۔ سورۃ الحج کی آیت ۴۱ میں اسلامی سلطنت کے مقاصد و اہداف اور خوبیاں تحریر کریں۔

۳۔ سورۃ التوبہ کی آیت ۲۴ کی روشنی میں ایک سچے مومن کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ) سے کرنی چاہیے۔ وضاحت کریں۔

۴۔ غلبہ اقتدار ملنے کے بعد مسلمان حکمرانوں کے فرائض کیا ہوں گے؟ وضاحت کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ کی معانی تحریر کریں:

اقْتَرَفْتُمُ	کَرِہَ	صَوَامِعُ	بِیَعٌ	مَّکَّنّٰا

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ اللہ تعالیٰ اور حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت کا معیار کیا ہونا چاہیے؟

۲۔ قرآن مجید میں اذن قتال کی حکمت کیا بتائی گئی ہے؟

۳۔ مکی دور میں مسلمانوں کی حالت کیا تھی؟

۴۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کیا مراد ہے؟

۵۔ اللہ تعالیٰ سے مدد ملنے کی چند صورتیں تحریر کریں۔

(د) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ "بِیَعٌ" عبادت گاہ ہے:

(الف) ہندوؤں کی　　(ب) عیسائیوں کی

(ج) سکھوں کی　　(د) یہودیوں کی

۲۔ مسلمانوں کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی وجہ تھی:

(الف) بے روزگاری　　(ب) قحط سالی

(ج) شدید گرم موسم　　(د) کفار مکہ کے مظالم

۳۔ مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی:

(الف) مجبوری کی حالت میں　　(ب) خوشی کی حالت میں

(ج) پریشانی کی حالت میں　　(د) غصہ کی حالت میں

۴۔ مسلمانوں پر کفارِ مکہ کے مظالم کی وجہ تھی:

(الف) قومی دشمنی (ب) خاندانی دشمنی

(ج) سیاسی دشمنی (د) مذہبی دشمنی

۵۔ اقامت صلٰوۃ وایتاء زکٰوۃ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اہتمام کرنے کی ذمہ داری ہے:

(الف) علماء کی (ب) حکمرانوں کی

(ج) مجاہدین کی (د) اساتذہ کی

(الف) حدیث و سنت کا تعارف اور عملی زندگی پر اس کے اثرات

حاصلاتِ تعلم

- حدیث و سنت کا مفہوم اور ان کی اہمیت بیان کر سکیں۔
- حدیث و سنت کا فرق بیان کر سکیں۔
- حدیث و سنت کے عملی زندگی پر اثرات بیان کر سکیں۔

حدیث: لفظ "حدیث" کے لغوی معنی خبر، بات چیت اور نئی چیز کے ہیں۔ اصطلاح میں سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے قول، فعل (کام) اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے، اسی طرح حدیث کو "خبر" اور "سنت" بھی کہا جاتا ہے۔ جب کہ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے ہم تک جن لوگوں نے یہ احادیث بیان کی ہیں ان کو "راوی" اور راویوں کے سلسلے کو "سند حدیث" کہا جاتا ہے اور حدیث کی عبارت کو "متن" کہا جاتا ہے۔

حدیث کی اقسام: حدیث کی چار قسمیں ہیں (۱) حدیث قولی (۲) حدیث فعلی (۳) حدیث تقریری (۴) حدیث قدسی۔

حدیثِ قولی: حدیثِ قولی کا مطلب ہے جس میں حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے کسی قول یا فرمان کو بیان کیا جائے جو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنی زبان مبارک سے اس طرح فرمایا ہے۔ جیسا کہ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اَفْشُوا السَّلَامَ سلام کو عام کرو۔

(سنن ترمذی، حدیث: ۱۸۵۴)

حدیثِ فعلی: حدیث فعلی کا مطلب ہے جس میں حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے کسی اختیار کردہ عمل اور طریقہ کو بیان کیا گیا ہو کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اس طرح کیا۔ جیسا کہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بکری کا دودھ نکال کر نوش فرمایا اور پھر پانی سے کلی کی (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۹۹)

حدیثِ تقریری: حدیث تقریری کا مطلب ہے جس میں کسی صحابی نے حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی موجودگی میں کوئی کام سرانجام دیا یا جس کام کا آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو علم ہوا لیکن آپ صَلَّى اللهُ

عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اس کو اس کام سے نہ منع فرمایا، نہ ہی اس کی تعریف کی بلکہ سکوت فرمایا یا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اجازت دی یا اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا ہو۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرا ایک چھوٹا بھائی " ابو عمیر" تھا جس نے بلبل پال رکھا تھا اور وہ اس سے کھیلا کرتا تھا حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ہمارے گھر میں اکثر آتے رہتے تھے لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے کبھی اس بلبل کو پالنے اور قید رکھنے سے منع نہیں فرمایا۔ (صحیح بخاری:۶۱۲۹، صحیح مسلم:۲۱۵۰)

حدیثِ قدسی: حدیث قدسی کا مطلب ہے جس میں معنی اور مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور الفاظ سیدنا حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰہُ: اَنْفِقْ یَا ابْنَ آدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْكَ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اولادِ آدم! تم (میرے بندوں) پر خرچ کرو تو میں تمھارے اوپر خرچ کروں گا۔ (صحیح بخاری: ۵۳۵۲)۔

سنت: "سنت" کے لغوی معنی "طریقہ" اور "راستہ" کے ہیں۔ اصطلاح میں حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی زندگی گزارنے کے اختیار کردہ طریقہ کو کہا جاتا ہے اور اس عمل کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بار بار کیا ہو۔ سنت کو قرآن کریم نے "اسوہ حسنہ" کے نام سے بیان کیا ہے۔

حدیث و سنت کی اہمیت: اسلام میں جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید پر یقین کامل رکھنا ضروری ہے اسی طرح حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان لانا بھی اہم ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اسوہ حسنہ کو سب سے بہتر نمونۂ عمل سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات پورے کیے جائیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: تمھارے لیے پیغمبر کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے (سورۃ الاحزاب:۲۱)۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی مبارک ہستی ہمارے لیے ہر وقت مشعل راہ اور نمونۂ عمل ہے، ہماری فلاح تب ممکن ہے جب ہم اپنی سیرت و کردار و عمل کو آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے اسوۂ حسنہ میں ڈھال لیں اور زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ہدایات و تعلیمات کو اپنائیں، یہ ہدایات حدیث و سنت کی شکل میں موجود ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ (سورۃ الحشر:۷) ترجمہ: اور رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ تمھیں جو بھی دیں وہ لے لو، اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے رک جاؤ۔ اس آیت کریمہ میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے تمام احکامات و تعلیمات کو قبول کرنے اور منع کردہ

چیزوں سے رک جانے کا امت کو واضح حکم ہے۔ ایک حدیث میں حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ترجمہ: جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما، اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (حلیۃ الاولیاء للاصبہانی، ج۸، ص۲۰۰)

حدیث و سنت کی ہماری زندگیوں میں اس لیے بھی بہت اہمیت ہے کہ سنت و حدیث ہی حقیقت میں احکامات قرآن کی توضیح اور تشریح ہیں، چنانچہ قرآنِ کریم میں بے شمار ایسے احکامات ہیں جن کا تعین، تشریح نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے بغیر ناممکن ہے مثلاً: نماز کی رکعات کی تعداد اور ارکان و سنن و تسبیحات وغیرہ۔ روزہ کی حالت میں کن چیزوں سے بچنا چاہیے، زکوٰۃ کا نصاب اور اموالِ زکوۃ سے کیا مراد ہے۔ حج کے مناسک کس طرح ادا کرنے چاہئیں؟ ان تمام عبادتوں کو اپنی زندگی میں عملی طور پر کیسے ادا کیا جائے؟ ان کے جوابات ہمیں صرف و صرف حدیث و سنتِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور حیاتِ طیبہ کے ذریعہ معلوم ہو سکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اور اتباع سنت میں سب سے بڑھ کر تھے، ان کو یہ بات بہت پسند تھی کہ حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سفر میں ہوں یا حضر میں، کہاں اور کس انداز سے اپنے کام سرانجام دیتے ہیں، چنانچہ وہ بھی اسی کام کو اسی انداز سے ادا کرتے اور سنتِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی پیروی کرتے تھے۔

حدیث اور سنت کا فرق: "حدیث" اور "سنت" کم و بیش ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرتی ہیں صرف معمولی سا فرق ہے۔ یعنی حدیث عموماً قول کے لیے اور سنت فعل و عمل کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

قرآن و سنت کا باہمی تعلق: قرآن مجید "متن" کی حیثیت رکھتا ہے اور سنت و حدیث "شرح" کی حیثیت رکھتے ہیں اور حضور کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو قرآن مجید کا مبلغ، شارح اور معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔ پیغمبر کا صرف یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ احکام الٰہی لوگوں کو زبانی سنا دیں، بلکہ ان کے فرائض منصبی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ ان احکام خداوندی کے مفاہیم اور فوائد و حکمتوں کو بیان کرتے ہوئے ان کی عملی تشریح بھی امت کے سامنے پیش کر کے دکھائیں۔ اور اس صراط مستقیم پر خود چل کر عملی نمونہ لوگوں کو سمجھائیں۔ تاکہ لوگ احکام الٰہی کی تعمیل میں کسی قسم کی کمی و کوتاہی سے بچ جائیں۔

حدیث و سنت کے عملی زندگی پر اثرات: انسانی زندگی پر حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت کے نہایت اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں، جو سنت نبوی کے لازمی نتائج شمار ہوں گے۔ چنانچہ ذیل میں کچھ باتیں بیان کی جاتی ہیں:

- آدمی اپنی ضروریات اور اعمال کو بہر حال پورا کرنے کی جدوجہد کرتا ہے، پس اگر ان اعمال میں سنت نبوی کا اہتمام ہو گا تو یہ اعمال عبادت شمار ہوں گے۔ مثلاً: کھانا پینا انسان کی ضرورت ہے، اگر سنت کی نیت سے باادب ہو کر دستر خوان پر اکٹھے بیٹھ کر اجتماعی کھانے کا اہتمام کیا جائے تو یہ کھانا بھی عبادت ہے۔
- سنتِ نبوی کے اہتمام سے انسانی صحت اور ماحول کی بہتری کا سامان میسر ہو گا، کیوں کہ سنت نبوی حلال و پسندیدہ چیزوں کے استعمال کرنے اور پاکیزگی وصفائی کا درس دیتی ہے جس سے تمام بیماریوں کا سدباب ہو گا۔
- سنت نبوی کی پیروی اختلافات کو دور کرتے ہوئے اتحاد و یکجہتی پیدا کرتی ہے، تمام لوگوں کو عملی زندگی گزارنے کا مشترکہ دستور ملنے سے ان میں نااتفاقی کا رجحان کمزور پڑ جاتا ہے۔
- سنت نبوی کے اتباع سے باطل اور شیطانی راہوں کی روک تھام ہوتی ہے، حق اور نیکی کے ماحول کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ جس سے تمام سماجی اور اخلاقی برائیوں کا سدباب ہوتا ہے۔
- بہت سارے مسائل میں سائنس نے بھی سنت کی تائید کی ہے اگرچہ سنت کو سائنس کی تائید کی ضرورت نہیں ہے۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات

- ہمارے موجودہ ماحول میں سنت نبوی کے ہماری عملی زندگی میں کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ استاد کی نگرانی میں نکات تحریر کریں۔
- حدیث قولی، فعلی، تقریری اور قدسی کی تعریف مثالوں کے ساتھ شیٹ پر لکھ کر کلاس میں آویزاں کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ حدیث وسنت پر مضمون تحریر کریں۔

۲۔ حدیث کی اقسام پر نوٹ تحریر کریں۔

۳۔ ہماری زندگی پر سنت سے مرتب ہونے والے اثرات پر نوٹ تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ سنت سے کیا مراد ہے؟ قرآن کریم کی روشنی میں تحریر کریں؟

۲۔ حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

۳۔ سنت کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

۴۔ ”اسوہ“ کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی کیا ہیں؟

۵۔ متن حدیث کسے کہتے ہیں۔

۶۔ سند حدیث کی تشریح کریں۔

۷۔ ”راوی“ سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کریں۔

۸۔ حدیث ”جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس کے لیے سو شہیدوں کا ثواب ہے“ وضاحت کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے ”✓“ کا نشان لگائیں:

۱۔ سنت کے لغوی معنی ہیں:

(الف) بات چیت (ب) قانون

(ج) رسم ورواج (د) طریقہ

۲۔ مفہوم اللہ تعالیٰ کا اور الفاظ حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ہوں تو وہ حدیث کہلاتی ہے:

(الف) تقریری (ب) فعلی

(ج) قولی (د) قدسی

۳۔ حدیث کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے لفظ:

(الف) سنت (ب) عقل

(ج) قیاس (د) اجماع

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ طلبہ وطالبات میں سنت نبوی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اور جدید سائنس کے عنوان پر کلاس میں تقریری مقابلہ کروائیں۔

(ب) ۱۔ منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح: حدیث ۱ تا ۵

حدیث (۱): خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۵۰۲۷)

ترجمہ: تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

تشریح: اس حدیث میں قرآن مجید کے پڑھنے اور پڑھانے والے (معلم و متعلم) کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم اللہ جل جلالہ کی آخری مقدس کتاب ہے جو حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہوئی، جو کہ انسانوں کے لیے تا قیامت ضابطہ حیات ہے۔ یہ وہ مبارک کتاب ہے، جس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے، جس طرح تمام عالم میں اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے، اسی طرح تمام کلام و کتب میں قرآن کریم اعلیٰ اور اتم ہے، اس میں ہمارے نفع و نقصان اور فوز و فلاح کی سب باتیں لکھی ہوئی ہیں، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کریم کو اخلاص کے ساتھ پڑھیں جس کے ساتھ فہم و تدبر اور غور و فکر بھی ہو، دوسروں کو قرآن کریم کی تعلیم دیں، اس کی دعوت کو لوگوں تک پہنچائیں۔ اور خود عمل کریں اس کے مطابق عمل کرنے میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

حدیث (۲): اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ (سنن الترمذی، حدیث: ۳۳۸۳)

ترجمہ: سب سے بہتر ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے، اور سب سے بہتر دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ذکر و دعا کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ "ذکر اللہ" اپنے وسیع معنی کے لحاظ سے نماز، تلاوت قرآن اور دعا و استغفار سب کو شامل ہے۔ لیکن مخصوص عرف و اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس، توحید و تمجید، اس کی عظمت و کبریائی اور اس کی صفات کمال کے بیان کرنے کو "ذکر اللہ" کہا جاتا ہے۔ "دعا" کسی کم تر کا اپنے برتر سے کچھ مانگنا اور مانگنے پر اظہار عاجزی کرنا دعا کہلاتا ہے، دعا سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق مانتے ہوئے اس کی بارگاہ میں التجا کرنا اور درخواست پیش کرنا۔ دعا حصول مقصد کا ایک وسیلہ ہے یعنی بندہ جس طرح اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے لیے دوسری محنتیں اور کوششیں کرتا ہے اسی طرح کی ایک کوشش دعا بھی ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ صرف اکیلے اللہ تعالیٰ کو معبود ماننے کی تلقین کرتا ہے اس لیے اس کو ”کلمہ توحید اور کلمہ ایمان“ کہا جاتا ہے۔ تمام اذکار میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ کو افضل ذکر اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ کلمات تمام صفات کمال کا جامع اور عظمت و کبریائی میں برتر ہیں۔ باطن کی تطہیر اور قلب کو ہر طرف سے موڑ کر اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے میں سب سے زیادہ مؤثر ہیں۔ نیز اس کو دل کے یقین اور سچائی کے ساتھ اقرار و اعتراف کرنے کے باعث آدمی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور جنت میں داخل ہونے کا حق دار بن جاتا ہے۔ ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ“ یہ بھی اگرچہ ذکر کا کلمہ ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک دعا بھی ہے کیوں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی برکت اور تاثیر سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہ مٹ جاتے ہیں۔ چونکہ ذکر و دعا اللہ تعالیٰ کے قرب خصوصی کے حصول کا ذریعہ ہیں لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں ذکر و دعا کا عنصر غالب اور نمایاں کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب خصوصی حاصل کر سکیں۔

حدیث (۳): مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ۔ (سنن ابی داؤد، حدیث:۴۶۸۱)

ترجمہ: جس شخص نے کسی سے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے بغض رکھا، اللہ ہی کے لیے دیا، اور اللہ ہی کے لیے روکا، پس بیشک اس کا ایمان مکمل ہو گیا۔

تشریح: اس حدیث میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بندہ مومن کے لیے ایسے چار اصول بتائے ہیں جو تکمیل ایمان کا باعث ہیں۔ محبت کرنا اور بغض رکھنا دونوں فطری عمل ہیں، لیکن دونوں کا تعلق دل سے ہوتا ہے، اسی طرح لوگوں کو مالی فائدہ پہنچانا اور کچھ دینا یا محروم رکھنا، اعضاء ظاہری کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو کہ انسان کا ظاہر ہے۔ اس لیے حدیث مبارکہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کامل مومن اس وقت بنتا ہے جب اس کے باطنی اعمال اور ظاہری اعمال خالص اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کے لیے ہوں، ان میں ریاء اور دکھاوے کی آمیزش نہ ہو اور دل خود غرضی سے پاک ہو، پھر خاص طور پر محبت، عداوت اور انفاق فی سبیل اللہ میں اللہ تعالیٰ کی منشا اور رضا کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیے۔ یہی کامل ایمان کی نشانی ہے۔

حدیث (۴): اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَکْثَرُهُمْ عَلَیَّ صَلَاةً۔ (سنن الترمذی، حدیث:۴۸۴)

ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو کہ مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف بھیجنے والا ہو گا۔

تشریح: اس حدیث میں درود شریف کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا وجود مسعود ہم تمام انسانوں کے لیے باعث برکت اور سعادت مندی ہے۔ آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ہی کی بدولت ہمیں دینِ اسلام کی پہچان ملی۔ درود شریف اور سلام اصل میں ایک تحفہ ہے، جس کو مسلمان اپنے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں کی جانے والی بہت اعلیٰ درجہ کی دعا ہے جو حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ذات پاک سے اپنی ایمانی وابستگی اور محبت کے اظہار کے لیے آپ کے حق میں کی جاتی ہے۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے بے انتہا محبت کریں، آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سیرت اور سنت پر عمل کریں اور آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کریں اور آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے حضور میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیاز مندی کا نذرانہ پیش کریں اور آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے لیے کثرت سے "درود شریف" پڑھنے کا اہتمام کریں تاکہ ہمیں حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا روحانی قرب حاصل ہو اور حضور کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت کے بھی حقدار ہو جائیں۔

سرگرمی	دورد شریف کے فضائل پر تقریر کروائیں۔

حدیث (۵): لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (صحیح البخاری، حدیث:۱۵)

ترجمہ: تم میں سے کسی کا بھی ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے پیارا اور محبوب نہ ہو جاؤں۔

تشریح: اس حدیث میں حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے محبت کو علامت ایمان بتایا گیا ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے محبت کرنے میں تمام اقسام کی محبتیں جو ماں باپ اور بیوی بچوں کی محبت کی طرح ہوتی ہیں، دوسرے طبعی اسباب یا نفسانی اسباب کی وجہ سے ہوتی ہیں سب شامل ہیں یعنی حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ اختیاری محبت رکھ کر جب تک بندہ اپنی خواہشات، اپنی مرضی، اپنا مال، اولاد اور اپنی جان بھی اللہ تعالیٰ اور آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے احکامات کے سامنے قربان نہ کر دے اس وقت تک وہ کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس بات کی توثیق آپ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ایک اور حدیث سے بھی

ہوتی ہے، جس میں آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحابِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: ”تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لا کر آیا ہوں“۔

(شرح السنۃ للبغوی، ج۱، ص۲۱۲۔۲۱۳)

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ مندرجہ ذیل احادیث کا ترجمہ تحریر کریں۔

- خَیْرُکُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ۔
- اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً۔

۲۔ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ کی تشریح تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ ذکر اللہ سے کیا مراد ہے؟ تحریر کریں۔

۲۔ تکمیل ایمان کے چار اصول بیان کریں۔

۳۔ لا الٰہ الا اللہ کو افضل ذکر کیوں کہا گیا ہے؟

۴۔ دعا سے کیا مراد ہے؟

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے ”✓“ کا نشان لگائیں:

۱۔ حدیث میں افضل ذکر کہا گیا ہے:

(الف) سبحان اللہ کو　　(ب) الحمد للہ کو

(ج) اللہ اکبر کو　　(د) لا الٰہ الا اللہ کو

۲۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ”التجا کرنا“ کہلاتا ہے:

(الف) حمد　　(ب) ذکر

(ج) دعا　　(د) صلوٰۃ

۳۔ اطمینان قلب کا ذریعہ ہے:

(الف) شکر　　(ب) صبر

(ج) ذکر　　(د) سخا

حدیث (۶): طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۲۲۴)

ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

تشریح: اس حدیث میں علم کی اہمیت و فضیلت بتائی گئی ہے۔ موجودہ دور میں ہر قسم کی معلومات جاننے اور ہر طرح کے علوم و فنون کے بارے میں دسترس رکھنے کو "علم" سے تعبیر کیا جاتا ہے، البتہ ابتدائے اسلام میں "علم" سے خاص طور پر قرآن و حدیث کا علم مراد لیا جاتا تھا، جس کے ذریعے اپنے خالق و مالک کا قرب حاصل ہو سکے اور ہر اچھے اور برے کی پہچان ہو سکے تاکہ اعمال صالحہ کے بجالانے کی کوشش کی جاسکے اور معاصی سے اجتناب کیا جاسکے۔

علم کی دو حیثیتیں ہیں:

(۱) فرض عین: ہر آدمی چاہے مرد ہو یا عورت کو اتنا علم سیکھنا ہے، جس کے ذریعہ وہ عقیدہ کی ضروری باتیں، حلال و حرام، پاک و ناپاک اور اپنی ذمہ داریوں کی پہچان کر سکے۔

(۲) فرض کفایہ: دین کا مکمل علم حاصل کرنا اور دنیاوی علوم و فنون کا حصول فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں انفرادی اور اجتماعی طور پر علم کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں تاکہ وہ آئندہ کے نسلوں کی تربیت اسلامی خطوط پر کریں تاکہ اسلام کا مطلوب صالح معاشرہ تکمیل پا سکے۔

لہٰذا ہمیں علم حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس کے ذریعہ مفید اشیاء کو حاصل کریں اور مضر چیزوں سے اجتناب کریں تاکہ فلاح دارین حاصل کر سکیں۔

حدیث (۷): اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ۔ (الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ للسیوطی، ح:۲۸۰)

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔

تشریح: اس حدیث میں نماز کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے اور نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں "اَلصَّلَاۃُ" کا لفظ "درود شریف" اور "نماز پڑھنے" کے لیے استعمال ہوا ہے، تاہم نماز کے معنی میں سب سے زیادہ آیا

ہے، ہر عاقل بالغ، مسلمان مرد اور عورت پر پانچ وقت کی نماز ادا کرنا فرض ہے۔ نماز کے ذریعہ بندہ کا تعلق اور رابطہ اللہ تعالیٰ سے قائم رہتا ہے۔ نماز ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب اس کی رحمت و رضا حاصل ہوتی ہے، جو نماز ترک کرتا ہے اس کا رابطہ اور تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے کئی جگہ اس کے اہتمام کا حکم دیا ہے۔ مثلاً: نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔(البقرہ:۴۳)۔ حضور اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے: ۱۔ توحید و رسالت کی گواہی دینا۔ ۲۔ نماز قائم کرنا۔ ۳۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ۴۔ رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور ۵۔ بیت اللہ کا حج کرنا۔ (متفق علیہ)۔ لہٰذا ہمیں پانچ وقت نماز کو اہتمام کے ساتھ خشوع و خضوع سے ادا کرنا چاہیے تاکہ ہمارا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور رابطہ مضبوط ہو اور قرب و رحمت خداوندی حاصل ہو۔

حدیث (۸): مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۳۸)

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے جذبے سے رکھے (اس کے سبب) اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

تشریح: اس حدیث میں رمضان کے روزے فرض ہونا، رمضان کے روزوں کی اہمیت اور روزہ کا باعثِ مغفرت ہونا بیان کیا گیا ہے۔ رمضان کے روزے رکھنا اسلام کا اہم رکن ہے۔ جو سن دو ہجری میں فرض ہوا۔ رمضان کے مہینے میں ہر عاقل بالغ، مقیم اور تندرست آدمی پر روزے رکھنا فرض ہیں۔ روزہ بہت بڑی عبادت ہے جس کے ذریعے تقویٰ پیدا ہوتی ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے۔ (سنن نسائی: ۲۲۲۴)۔ روزہ رکھنے سے انسان کی صحت بہتر رہتی ہے اور دوسرے ضرورتمندوں کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

سرگرمی "روزہ کے فوائد" طلبہ سے نکات میں تحریر کروائیں۔

حدیث (۹): رِبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّ قِيَامِهٖ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۱۹۱۳)

ترجمہ: ایک دن یا ایک رات جہاد میں بسر کرنا ایک مہینے کے روزے اور نفلی عبادت سے بہتر ہے۔

تشریح: اس حدیث میں اسلامی ریاست کی سرحدوں کی حفاظت کرنے کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے، کہ مورچہ بند ہو کر ملکی سرحدوں کی حفاظت و نگرانی کرنا بھی جہاد شمار کیا گیا ہے۔ اور ان تمام کاموں کو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سرانجام دیتے ہیں، ایسے مجاہدین اور اسلامی ممالک کے جانبازوں کے لیے بڑا اجر و ثواب ہے، چنانچہ اس حدیث میں بتایا گیا

ہے کہ مورچہ بند اسلامی مجاہد اگر ایک دن یا ایک رات سرحدوں کا دفاع کرتے ہیں تو ان کو مہینہ بھر دن کے روزوں اور راتوں کے تہجد سے بہتر ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد، وطن اور وطن کی سرحدوں کی حفاظت کے جذبے سے سرشار ہوں۔ تاکہ اسلام، ملک اور وطن پر کوئی میلی آنکھ سے نہ دیکھ سکے اور دین کا اعزاز بھی قائم رہے، اسی میں ہی فلاح دارین ہے۔

حدیث (۱۰): كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ۔ (صحیح البخاری، حدیث: ۸۹۳)

ترجمہ: تم سب نگران ہو، اور تم سے تمھاری نگرانی میں موجود افراد اور رعایا کے بارے میں باز پرس ہو گی۔

تشریح: اس حدیث میں ہر آدمی کو نگران قرار دیا گیا ہے۔ نگران ہر وہ آدمی ہے جس کو سماجی طور پر یا دنیاوی اعتبار سے کچھ امور کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے اور اس کے ماتحت رہنے والے محکوم افراد کو رعیت کہا جاتا ہے۔ نگران کے فرائض منصبی میں سے یہ ہے کہ وہ ان کی تربیت و اصلاح کا ذمہ دار ہے، یعنی کہ ان میں سے ہر ایک کو ادب سکھائے اور ان کو ٹھیک حالت میں رکھے۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک آدمی اپنے اعمال کا حساب کتاب تو دے گا ہی، لیکن اگر کسی کے پاس دنیا میں کوئی عہدہ یا منصب یا ذمہ داری تھی تو اس کے ماتحتوں کے بارے میں بھی اس سے باز پرس ہو گی۔ چنانچہ بادشاہ سے اس کی پوری قوم کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ ان کے ساتھ انصاف کیا، ان کے حقوق پورے کیے، ان کے جان و مال کا تحفظ کیا یا نہیں۔ بیوی سے گھر کے متعلق، شوہر سے بیوی بچوں اور ان کی بہتر کفالت، تعلیم و تربیت کے متعلق، کوئی ملازم یا عہدیدار ہے تو اس سے متعلقہ امور کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔ استاد سے کلاس میں شاگردوں کے متعلق باز پرس ہو گی، پھر اس کے جواب کے مطابق اس سے معاملہ ہو گا۔ یہاں تک کہ ہر انسان سے اپنے اعضاء کے متعلق بھی پوچھا جائے گا کہ ان کو کہاں پر استعمال کیا یا تو انعام کا حقدار ہو گا یا سزا کا۔ چنانچہ تمام لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ اپنے ماتحتوں اور معاشرے کے کمزور لوگوں کے حقوق اہتمام سے سرانجام دیں اور ان کے حقوق پر دست اندازی سے پرہیز کریں۔

سرگرمی استاد اور طلبہ کی ذمہ داریوں کی تفصیل باہمی مباحثہ کے بعد نکات کی صورت میں طلبہ سے تیار کروائیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ مندرجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ و تشریح تحریر کریں۔

- طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ۔
- اَلصَّلَاۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ۔

۲۔ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ۔ کی تشریح تحریر کریں۔

۳۔ حدیث رِبَاطُ یَوْمٍ وَّ لَیْلَۃٍ کی روشنی میں وطن کے سرحدوں کی حفاظت کی فضیلت و اہمیت بیان کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ علم کی دو حیثیتیں کون سی ہیں؟ تحریر کریں۔

۲۔ اسلام کی بنیاد کن باتوں پر ہے؟

۳۔ روزہ کی فضیلت کے متعلق کوئی ایک حدیث تحریر کریں۔

۴۔ روزہ کن لوگوں پر فرض ہے؟ بیان کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ "دین کا مکمل علم حاصل کرنا" ہے:

(الف) فرض عین (ب) فرض کفایہ

(ج) سنت (د) مستحب

۲۔ حدیث میں "دین کا ستون" کہا گیا ہے:

(الف) روزہ کو (ب) زکوٰۃ کو

(ج) حج کو (د) نماز کو

۳۔ حدیث میں "جہنم کی آگ سے ڈھال" قرار دیا گیا ہے:

(الف) نماز کو (ب) زکوٰۃ کو

(ج) روزہ کو (د) حج کو

(ب) ۳۔ منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح: حدیث ۱۱ تا ۱۵

حدیث (۱۱): اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا۔ (سنن ابی داود، حدیث: ۴۶۸۲)

ترجمہ: تم میں سے مکمل ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق دوسروں سے اچھے ہوں۔

تشریح: اس حدیث میں اچھے اخلاق کی فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے۔ "اچھے اخلاق" کو کمالِ ایمان کی شرط بتایا گیا ہے، ایمان واخلاق کے گہرے تعلق کو واضح کیا گیا ہے۔

حسن اخلاق: زندگی گزارنے میں دین کے اصول وضوابط کو بجالانا، اوروں کو تکلیف دینے کے بجائے ان سے اچھا برتاؤ کرنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا اور ان کی مالی مدد کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے سرانجام دیں تو یہ "حسنِ اخلاق" کہلاتا ہے۔ حسنِ اخلاق کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے چنانچہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو اچھے اخلاق والے ہیں" (مسند احمد، حدیث: ۶۷۳۵)۔ بسا اوقات آدمی نفلی عبادات کے اعتبار سے سست لگتا ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے یہاں "حسنِ اخلاق" کے بدلے بلند مرتبہ پالیتا ہے۔

سرگرمی	حسنِ سلوک / اخلاق حسنہ کے فوائد پر باہمی مذاکرہ کے بعد طلبہ سے نکات تحریر کروائیں۔

حدیث (۱۲): خَیْرُ النَّاسِ اَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ۔ (الجامع الکبیر للسیوطی، ح: ۱۱۷۶۰)

ترجمہ: بہترین انسان وہ ہے جو انسانوں کو زیادہ نفع پہنچائے۔

تشریح: اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ "لوگوں کے لیے نفع بخش ہونا" آدمی کے بہتر ہونے کے لیے ضروری ہے۔ انسان کی بہتری کا دارومدار لوگوں کے نفع مند ہونے پر موقوف ہے۔ اس حدیث میں حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے ایسے آدمی کو پسندیدہ بندہ شمار کیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق انسانوں، چرند، پرند، حشرات اور ہر ایک کو نفع پہنچائے، ان کو تکلیف نہ پہنچائے بلکہ اپنی طرف سے ان کو حتی الامکان نفع پہنچائے، ان کے کھانے پینے اور دیگر سہولتوں کا انتظام کرے۔ اس مذکورہ حدیث میں سب سے اچھے انسان ہونے کی علامت بتائی گئی ہے کہ "سب سے اچھا شخص وہ ہے جو دوسرے لوگوں (چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم) کے لیے فائدہ مند ہو۔"

سرگرمی	"دوسروں کے لیے نفع مند ہونے کے نکات" باہمی بحث ومباحثہ کے بعد طلبہ سے تحریر کروائیں۔

حدیث(۱۳): لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا۔ (سنن الترمذی، حدیث: ۱۹۱۹)

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت و تکریم نہ کرے۔

تشریح: اس حدیث میں بزرگوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر رحم کرنے کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اسلام نے انسانوں کو بے حد عزت و اکرام بخشا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے۔ (سورۃ الاسراء:۷۰) تمام مومنوں کو آپس میں بھائی بھائی کہا گیا ہے، رشتہ داروں، پڑوسیوں، دوستوں اور مسافروں سے اچھا سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے نیز اللہ تعالیٰ مومنوں کو دوسرے لوگوں سے نیکی اور حسن معاشرت کے اہتمام کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ ایک پر امن اور صالح معاشرہ تشکیل پائے۔ بالخصوص چھوٹے بچوں سے محبت کرنا، ان سے محبت و شفقت سے پیش آنا، ان کے حقوق ادا کرنا، ساتھ ہی بزرگوں کی تعظیم اور توقیر بجالانا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ روزمرہ کی زندگی میں ہمہ وقت دوسرے لوگوں سے نیکی اور حسن معاشرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بچوں پر رحمت و شفقت اور بزرگوں کی تعظیم و توقیر کریں۔

حدیث (۱۴): لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ۔ (سنن ابی داود، حدیث: ۳۵۷۷)

ترجمہ: رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں راشی (رشوت دینے والا)، مرتشی (رشوت لینے والا) اور رشوت کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں ان دونوں کے درمیان ترجمانی کرنے والے پر بھی لعنت کی گئی ہے۔ (مسند احمد: ۲۲۳۹۹)۔ رشوت: ہر وہ رقم یا عوض ہے جس کے ذریعہ کسی کا حق مارا جائے یا وہ رقم کسی ظلم کے عوض سے لی جائے، ناجائز نذرانہ وغیرہ۔ رشوت لینا اور دینا گناہِ کبیرہ میں سے ہے۔

رشوت کا سلسلہ اسی وقت کسی قوم میں عام ہو جاتا ہے، جب عدل و انصاف اور مروت ختم ہو جائے اور انسانوں کے جائز حقوق ملنے کی راہ میں ظالم اہل کاروں کے ناجائز مطالبے حائل ہو جائیں، یا کمائی کے حصول میں کسی حق دار کا حق مارا جائے اور لوگوں کو ان کے حقوق و مراعات جائز طریقے سے نہ مل سکیں۔ اس لیے حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن نسائی: ۲۶۳۱)

سرگرمی رشوت کے دنیوی نقصانات۔ باہمی مکالمہ کے بعد طلبہ سے نکات تحریر کروائیں۔

حدیث(۱۵): اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی۔ (سنن ابی داؤد، حدیث: ۱۶۴۵)

ترجمہ: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

تشریح: اس حدیث میں فی سبیل اللہ دینے والے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حدیث میں اَلْیَدُ الْعُلْیَا سے مراد دینے والا ہاتھ ہے اور اَلْیَدِ السُّفْلٰی سے مراد لینے والا ہاتھ ہے۔ ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جو کچھ آدمی خرچ کرتا ہے اس کو "صدقہ"، "خیرات" اور "انفاق فی سبیل اللہ" کہا جاتا ہے۔ یہ بہت بڑی عبادت ہے۔ اوپر والا ہاتھ جو، ضرورت مندوں کو ضرورت کی چیزیں مہیا کرتا ہے، جُود وسخا کرتا ہے، وہ نیچے والے ہاتھ سے اچھا ہے۔ اور اس کا مقام بہت اونچا اور بلند ہے اس ہاتھ سے جس ہاتھ کے ذریعہ دوسروں سے سوال کیا جائے، اپنی حاجتیں مانگی جائیں، وہ نچلا ہاتھ اور ذلت کا باعث ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم کو جہاں تک ہو سکے سخاوت کرنے والے، دوسروں کو دینے اور دوسروں کے کام آنے والا بنیں، نہ گداگر اور دوسرے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والے سائل بنیں جو کہ ایک گھٹیا بات ہے، اور کسی شخص پر بار بن کر زندگی نہ گزاریں ایسے کاموں سے بچیں تاکہ فلاح دارین حاصل کر سکیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ مندرجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی دو احادیث کا ترجمہ و تشریح تحریر کریں۔

- اَکْمَلُ الْمومنین اِیْمَانًا اَحْسَنُھُمْ خُلُقًا۔
- خَیْرُ النَّاسِ اَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ۔
- اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی۔

۲۔ "رشوت" کے نقصانات پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ "حسن اخلاق" سے کیا مراد ہے؟ تحریر کریں۔

۲۔ اچھے انسان کی کیا علامات ہیں؟ تحریر کریں۔

۳۔ رشوت کسے کہتے ہیں؟ تحریر کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ حدیث میں جو انسانوں کو زیادہ نفع پہنچائے اس کو کہا گیا ہے:

(الف) افضل الناس (ب) اکرم الناس

(ج) خیر الناس (د) احب الناس

۲۔ حدیث میں لعنت کا مستحق قرار دیا گیا ہے:

(الف) چغل خور کو (ب) غیبت کرنے والے کو

(ج) بہتان لگانے والے کو (د) رشوت لینے والے کو

۳۔ حدیث میں "اوپر والے ہاتھ" کو بہتر کہا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ:

(الف) دینے والا ہے (ب) لینے والا ہے

(ج) سوال کرنے والا ہے (د) بخل کرنے والا ہے

(ب) ۴۔ منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح: حدیث ۱۶ تا ۲۰

حدیث (۱۶): مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔ (صحیح البخاری: ۱۵۲۱)

ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے حج کیا اور پھر نہ اس نے بدکلامی اور گالی گلوچ کی نہ ہی کوئی گناہ کیا تو وہ حج سے اس دن کی طرح واپس ہو گا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا۔

تشریح: اس حدیث میں حج کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ حج ارکان اسلام کا آخری اور تکمیلی رکن ہے، جو عاقل بالغ، صحت مند اور صاحبِ استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ حج بھی تقرب الی اللہ کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد پاک ہے: ”عمرے اور حج کو بار بار (نفلی عبادت کے طور پر) ادا کرو یہ دونوں گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جیسے (لوہار اور سنار کی بھٹی) لوہے، سونے اور چاندی سے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہے، اور حج مبرور (گناہوں سے پاک) کا ثواب تو جنت ہی ہے“ (سنن نسائی: ۲۶۳۱)۔ اور اس حدیث میں یہی تلقین کی گئی ہے کہ آدمی حج کے دوران صبر کا مظاہرہ کرے، بیہودہ فحش کلام خاص طور پر شہوت کی باتیں، بدکلامی، اللہ تعالیٰ کی کسی بھی قسم کی نافرمانی جو فسق کی حد میں آتی ہو، غیر قانونی و غیر شرعی کاموں اور لڑائی جھگڑے اور گناہوں سے باز رہے اور حقوق اللہ میں کوتاہی کی معافی اور حقوق العباد میں کوتاہی کی تلافی کرلے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جائے گا۔ جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے دن بے گناہ تھا۔

حدیث (۱۷): لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوفِ: يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ، وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ، وَيَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ، وَيَتْبَعُ جَنَازَتَهُ إِذَا مَاتَ، وَيُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔ (سنن ترمذی، حدیث: ۲۷۳۶)

ترجمہ: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: ۱۔ جب وہ کسی مسلمان سے ملے تو وہ اسے سلام کرے ۲۔ اور جب وہ اسے دعوت دے تو وہ اسے قبول کرے ۳۔ اور جب اسے چھینک آئے تو وہ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ (اللہ تم پر رحم کرے) کہے ۴۔ اور جب وہ بیمار ہو تو وہ اس کی عیادت کرے ۵۔ اور جب اس کا انتقال ہو تو وہ اس کی نمازِ جنازہ میں شریک ہو اور جنازے کے ساتھ ساتھ چلے ۶۔ اور جو کچھ وہ اپنے لیے پسند کرے وہ اس کے لیے بھی پسند کرے۔

تشریح: اس حدیث میں روزمرہ کی عملی زندگی میں مسلمان کے مسلمان کے اوپر اسلامی رشتے اور معاشرے کے چند چھ خاص باہمی حقوق کی ادائیگی کی تلقین بیان کی گئی ہے۔ جن سے دو مسلمانوں کا باہمی تعلق پیدا ہوتا ہے اور اس کی نشو و نما ہوتی ہے، اس لیے ان کا خاص طور سے اہتمام کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ترجمہ: مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ (سورۃ الحجرات:۱۰) اسلام نے ان کے رشتہ اخوت کو اور مضبوط بنادیا۔ چنانچہ اسلام یہی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی یہ محبت و الفت قائم اور دائم رہے تاکہ وہ ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ اور پورے سماج کے لیے کارآمد بن سکیں۔

سرگرمی ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق طلباء سے تحریر کروائیں۔

حدیث (۱۸): اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّیْنِ۔ (کنزالعمال، حدیث: ۲۸۶۹۷و۲۸۶۹۸)

ترجمہ: علم حاصل کرو اگرچہ ملک چین سے ہی کیوں نہ ہو۔

تشریح: اس حدیث میں علم کی عظمت اور اس کی ضرورت بیان کی گئی ہے۔ انسانی فطرت کا بنیادی تقاضا ہے کہ انسان کو اپنی ذات اور کائنات کے متعلق ہر اچھی اور بری بات کا علم ہو۔ اور علم کے بغیر انسان دنیا میں ترقی نہیں کر سکتا۔ اور علم کے حصول کے لیے محنت، جدوجہد اور مشقت برداشت کرنا ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر علم میں پختگی اور عمدگی نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے لیے اگر سفر کی مشقت سامنے آجائے تو اس کو برداشت کرے۔ پہلے دور کے بہت بڑے محدثین، علماء اور سائنسدان علم حاصل کرنے کے لیے دور دراز کے علمی سفر کیا کرتے تھے اور سفر و ہجرت کی مشقتیں برداشت کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔ یہاں بھی یہی بات کہی گئی ہے کہ علوم وفنون کے حصول کے لیے ہم کو ملک چین بھی جانا پڑے تو وہاں بھی جاکر علم حاصل کرنے میں تکلیف و مشقت کو برداشت کریں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ علم کے حصول کے لیے بے انتہا محنت کریں اگرچہ دور دراز علاقوں کی طرف سفر کرنا پڑے تو بھی سفر اور مشقت برداشت کریں تاکہ دینی اور دنیوی ترقی حاصل کر سکیں۔

سرگرمی "حصول علم کی راہیں" طلبہ سے نکات باہمی مذاکرہ کے بعد تحریر کروائیں۔

حدیث (۱۹): اِنَّ اللّٰہَ لَایَنْظُرُ اِلٰی اَجْسَادِکُمْ وَلَا اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۲۵۶۴)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ تمھارے جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں اخلاص کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن ایک ہونا چاہیے۔ یہ حدیث اصلاح و تربیت کے لحاظ سے اہم ہے۔ اسلام اپنے تمام اعمال میں اخلاص و للّٰہیت کو خاص اہمیت دیتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی نیک کام کیا جائے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا جائے، اس میں دنیاوی غرض، نمود و نمائش، طلب شہرت یا معاوضہ نہ ہو، دکھاوے سے بچا جائے۔ تمام انسانی اعمال میں انسان کے دل اور صحیح ارادہ و نیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ اس عمل کے سرانجام دیتے وقت دل کی کیفیت اور رجحان کیسا ہے۔ اگر اخلاص و تقویٰ والا عمل ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں منظور و مقبول ہوگا اور اس کا ثواب بھی ملے گا، اور اگر اس عمل میں دنیوی مفاد مطلوب ہوگا تو بس وہی بات ملے گی، آخرت میں اللہ کے یہاں اس عمل کے بدلہ کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

سرگرمی استاد صاحب "اخلاص کے مطلب و اہمیت" کی کلاس میں مزید وضاحت کریں۔

حدیث (۲۰): اَلۡاِیۡمَانُ بِضۡعٌ وَّ سَبۡعُوۡنَ اَوۡ بِضۡعٌ وَّ سِتُّوۡنَ شُعۡبَةً فَاَفۡضَلُهَا قَوۡلُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَدۡنَاهَا اِمَاطَةُ الۡاَذٰی عَنِ الطَّرِیۡقِ وَالۡحَیَاءُ شُعۡبَةٌ مِّنَ الۡاِیۡمَانِ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۳۵)

ترجمہ: ایمان کی ستر یا ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں، پس ان سب میں سے افضل شاخ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا ہے اور سب سے کم تر شاخ راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، جب کہ حیاء ایمان کی شاخ ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ایمان کے شعبوں اور شاخوں کی تعداد، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، شرم و حیاء اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی ہے۔ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتوں پر پختہ یقین رکھنے اور اس عقیدہ کو زبان سے اقرار کرنے کا نام ایمان ہے، چنانچہ اس حدیث میں بتایا گیا کہ کامل ایمان کے ساٹھ یا ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، جن میں سب سے اعلیٰ شعبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا ہے کیوں کہ اس کے ذریعہ ہی توحید کا اقرار ہوتا ہے جس کو اصل ایمان کہا جاتا ہے۔ ایمان کے دیگر شعبوں سے مراد عقائد، نیک اعمال اور اچھے اخلاق اور ظاہری و باطنی سب احوال ہیں، ایمان میں اخلاقی اعتبار سے آخری شعبہ یہ ہے کہ "مومن میں دوسرے لوگوں کو تکلیف سے بچانے کی خوبی ہو"۔ اس لیے راستہ سے کوئی بھی ایسی چیز جو راہگیروں کی تکلیف کا باعث ہو اس کو ہٹا دینا باعثِ اجر و ثواب ہے۔

ایمان کی شاخوں میں "حیاء" بھی ایک اہم شعبہ ہے جو بھلائیوں کا سرچشمہ ہے اور حیاء انسان کی ایسی خوبی و خصلت ہے جو انسان کو بداخلاقی، بہت سی برائیوں اور گناہوں سے روکتی ہے۔ یہ صفت جس شخص کے اندر ہوگی وہ برائی کے پاس نہیں بھٹکے گا اور بھلائی کی طرف مائل ہوگا۔ لہٰذا ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے اندر ایمان کی شاخوں کو اپنائیں بالخصوص حیا کی خوبی و خصلت پیدا کریں تاکہ ہماری زندگی پاکیزہ اور ستھری ہو۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ مندرجہ ذیل احادیث میں سے کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ و تشریح تحریر کریں۔

- مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَّلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔
- اِنَّ اللّٰهَ لَايَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَادِكُمْ وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ۔

۲۔ مسلمان کے مسلمان کے اوپر چھ خاص باہمی حقوق کی ادائگی پر مختصر طور پر مضمون لکھیں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ علم کی عظمت پر نوٹ تحریر کریں۔

۲۔ اخلاص سے کیا مراد ہے؟ تحریر کریں۔

۳۔ ایمان کا اعلیٰ شعبہ اور آخری شعبہ کونسا ہے؟ تحریر کریں۔

۴۔ حیا کا کیا مطلب ہے؟

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ چھینک کے وقت سننے والا کہتا ہے:

(الف) الحمدللہ (ب) یرحمك اللہ

(ج) بارك اللہ (د) جزاك اللہ

۲۔ جب کوئی کسی سے ملے تو کہے:

(الف) اللہ اکبر (ب) السلام علیکم

(ج) سبحان اللہ (د) ماشاء اللہ

۳۔ جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا جائے وہ کہلاتا ہے:

(الف) اخلاص (ب) ریا

(ج) تقویٰ (د) زہد

۴۔ حدیث میں طلب علم کے لیے کس ملک جانے کے لیے ترغیب دی گئی ہے:

(الف) یمن (ب) شام

(ج) ایران (د) چین

(ب) ۵۔ منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح: حدیث ۲۱ تا ۲۵

حدیث (۲۱): مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۱۸۹۳)

ترجمہ: جس نے کسی شخص کی اچھائی کی طرف رہنمائی کی تو اس کو وہی اجر ملے گا جو اس بھلائی کرنے والے کو ملے گا۔

تشریح: اس حدیث میں بھلائی اور نیکی کرنے، نیکی اور بھلائی پر ایک دوسرے سے تعاون کرنے کی تلقین و تاکید کی گئی ہے۔ قرآن کریم پرہیزگاری اور نیکی کے کام میں ایک دوسرے کے تعاون کا حکم دیتا ہے جبکہ گناہ اور نافرمانی میں مدد کرنے سے روکتا ہے، (سورۃ المائدۃ:۲) چنانچہ کسی کو اچھا مشورہ، رہنمائی اور تعلیم و تربیت دینے کے ذریعہ جو کوئی بھی ثواب اس کام کرنے والے کو ملے گا، اس کے برابر اس کے معاون کو بھی ملے گا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ بھلائی اور نیکی کی طرف خود بھی بڑھیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔

سرگرمی طلبہ سے بھلائی کے کاموں کی نکات کی صورت میں نشاندہی کروائیں مثلاً: کسی کو مفید مشورہ دینا۔

حدیث (۲۲): مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُّؤْمِنٍ کُرْبَةً مِّنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِّنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (صحیح مسلم، حدیث: ۲۶۹۹)

ترجمہ: جس نے کسی مومن سے کوئی دنیاوی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے کئی تکلیفوں میں سے تکلیف کو دور فرمادیں گے۔ اور جس نے کسی تنگدست مومن کو سہولت دی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانیاں پیدا فرمائیں گے۔

تشریح: اس حدیث میں محتاجوں، بیماروں، اور مصیبت زدوں کی خدمت و اعانت اور حاجت روائی کی تاکید و تلقین اور تنگدست قرضدار کو مہلت دینے کے اجر کو بیان کیا گیا ہے۔ حقوق العباد کی دو باتوں کو واضح کیا گیا ہے، جس کو خدمتِ خلق سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے:

۱۔ کوئی مومن کسی تکلیف، مصیبت یا پریشانی میں ہو تو ایسی صورتحال کے وقت اس کی تکلیف دور کرنا، مدد اور حاجت روائی کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ جس کے لیے حضور اکرم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "جو اپنے بھائی کے کام میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں لگ جاتے ہیں"۔ (مسلم: ۲۶۹۹)

۲۔ اگر کوئی مومن محتاج، بیمار، تنگدست، غریب و مسکین ہے تو اس کی خدمت، اعانت و مالی مدد کرنا اور اگر کسی مقروض نے کسی سے قرض لیا ہے، تو اس کے قرض میں مہلت دے کر سہولت پہنچانا بھی بڑے اجر کا کام ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا و آخرت میں آسانیاں پیدا فرمائیں گے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہمارے معاشرے میں سے کوئی اچانک کسی آفت میں آجائے تو اس کو آفت سے نکالنے کے لیے کوشش کرنا چاہیے اور خدمت خلق میں خود بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں تاکہ ہمارے معاشرے کے افراد سکون و خوشحالی کی زندگی گزار سکیں۔ اور اسی میں فلاح دارین ہے۔

سرگرمی محتاجوں، بیماروں، اور مصیبت زدوں کی خدمت و اعانت اور حاجت روائی کی صورتوں پر باہمی مذاکرہ کے بعد نکات تحریر کروائیں۔

حدیث (۲۳): وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ، قِيْلَ: وَمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلَّذِیْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ (صحیح بخاری:۶۰۱۶)

ترجمہ: اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں۔ پوچھا گیا: کون یا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ؟ (آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے) فرمایا: وہ شخص جس کے شر/تکلیف سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔

تشریح: اس حدیث میں پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی کی تلقین و تاکید بیان کی گئی ہے اور پڑوسی کو تکلیف دینے پر وعید بیان کی گئی ہے۔ قرآن کریم "میں پڑوسی سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی تین قسموں کو پیش کیا ہے۔ (سورۃ النساء:۳۶) ۱۔ پڑوسی جو رشتہ دار ہے، ۲۔ جو صرف پڑوسی ہے۔ ۳۔ اور جو عارضی طور پر پہلو میں کچھ وقت کے لیے ٹھہرا ہو۔ مثلاً: سفر، کلاس یا کسی ملاقات و مجلس وغیرہ کا ساتھی، چنانچہ تمام ہمسایوں سے بہتر سلوک کرنا چاہیے وہ آپ کے مذہب کا ہو یا کسی دوسرے مذہب کا، آپ کے نظریہ کا ہو یا اس کا نظریہ اور فکر الگ ہو۔ حدیث کی روشنی میں پڑوسی کے کام آنے اور تکالیف و ایذا رسائی سے محفوظ رکھنے کی تلقین ملتی ہے اور اس شخص کے لیے بڑی سخت وعید بتائی گئی ہے، جس سے اس کے پڑوسی تکلیف محسوس کرتے ہوں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ پڑوسیوں کے ساتھ ہمارا برتاؤ اور رویہ ایسا شریفانہ رہے کہ وہ ہماری طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں اور ان کے دلوں و دماغوں میں کوئی اندیشہ اور خطرہ نہ ہو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ہم سے راضی ہوں۔

سرگرمی انسانی حقوق بالخصوص ہمسایہ کے حقوق طلبہ سے تحریر کروائیں۔

حدیث(۲۴): مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ ضَیْفَہٗ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ، وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ۔ (صحیح بخاری:۶۱۳۸)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموشی اختیار کرے۔

تشریح: اس حدیث میں تین باتوں کی ترغیب دی گئی ہے۔ ۱۔ مہمان کا اکرام کرنا، ۲۔ صلہ رحمی کرنا، ۳۔ اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا۔ یہ تینوں چیزیں بھی درحقیقت حقوق العباد ہی ہیں، جن کی ترغیب دی گئی ہے۔

مہمان کا اکرام: جب کوئی انسان سفر کر کے کسی بھی مقصد کے لیے کسی آدمی کے یہاں پہنچے تو وہ مہمان کہلاتا ہے، اس سے مناسب طریقہ سے آنے کا مقصد پوچھنا، خندہ پیشانی سے پیش آنا۔ اس کے رہائش، کھانے پینے اور آرام کا انتظام کرنا اور عزت و تکریم کرنا "مہمان کا اکرام" ہے۔

صلہ رحمی: اپنے قرابت داروں اور رشتہ داروں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا، بوقت ضرورت ان کے کام آنے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ہمدردی کا رویہ اپنانے کا نام "صلہ رحمی" ہے۔ ایک حدیث مبارک میں ہے: جو شخص چاہتا ہے کہ اس کا رزق کشادہ ہو اور عمر لمبی ہو اس کو رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔ (صحیح بخاری، حدیث:۲۰۶۷)۔

اچھی بات کہنا یا خاموش رہنا: قرآن کریم میں حکم ہے: قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (سورۃ البقرہ:۸۳) ترجمہ: لوگوں سے اچھی بات کرو۔ جس بات سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو وہ اچھی بات ہے۔ اس لیے مومن کو چاہیے کہ وہ لوگوں سے اچھا بولے اور غیر ضروری و بیہودہ گفتگو سے اجتناب کرے یا پھر خاموشی اختیار کرے، کیوں کہ اگر وہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا تو کم از کم نقصان سے تو بچالے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ روزمرہ کی عملی زندگی میں ہم مہمان کا اکرام کریں، صلہ رحمی کریں اور ضرورت کے مطابق اچھی بات کہیں یا خاموش رہیں۔

سرگرمی گفتگو کے آداب۔ باہمی مکالمہ کے بعد نکات تحریر کروائیں۔

حدیث (۲۵): اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۶۰۶۶)

ترجمہ: بدگمانی سے بچو، کیوں کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بلاضرورت خواہ مخواہ بدگمانی کی ممانعت بیان کی گئی ہے۔ کسی چیز کی تحقیق اور خبر گیری کے سوا کسی کے بارے میں اندازہ سے کچھ کہنا "ظن" یا گمان کہلاتا ہے، اگر اس میں اچھائی مقصود ہو تو یہ "حسنِ ظن" ہے، جو ایک پسندیدہ خوبی ہے، اور حدیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہے، خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنا عبادت ہے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حسن ظن اچھی عبادت ہے۔ (مسند احمد، حدیث: ۷۹۵۶)۔ اور اگر کسی کے ساتھ برا گمان کیا جائے تو اس کو "بدگمانی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یعنی کسی کی نیت پر شک کرنا اور بے وجہ اپنے دل میں اچھا خیال نہ رکھنا بدگمانی کہلاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس سے منع فرمایا گیا ہے: "اے ایمان والو! بدگمانیوں سے بچو، کیوں کہ یہ گناہ کا کام ہے" (سورۃ الحجرات: ۱۲)۔ چنانچہ کسی انسان کے بارے میں تمھارے پاس کتنی ہی بری شکایتیں پہنچتی ہوں، لیکن جب تک اس کی تحقیق نہیں ہوتی، تمھیں کسی کے بارے میں بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔ کیوں کہ اس کی وجہ سے آپس کا میل میلاپ کم ہو جاتا ہے، آہستہ آہستہ یہ بدگمانی دلوں میں نفرت اور دشمنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جو کہ گناہ ہے۔

سرگرمی "بدگمانی کے نتائج / اثرات" نکات کی صورت میں طلبہ سے تحریر کروائیں۔ مثلاً • تعلقات کا بگڑنا۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ مندرجہ ذیل احادیث میں کسی بھی ایک حدیث کا ترجمہ و تشریح تحریر کریں۔

- مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ۔
- اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ۔

۲۔ ظن / گمان پر نوٹ لکھیں۔

۳۔ محتاجوں اور مصیبت زدوں کی خدمت و اعانت کی وضاحت کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ پڑوسی کے اقسام بیان کریں۔

۲۔ اکرام الضیف کی وضاحت کریں۔

۳۔ صلہ رحمی سے کیا مراد ہے تحریر کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ اپنے رشتہ داروں کے دکھ سکھ میں شریک ہونا کہلاتا ہے:

(الف) اکرام الضیف (ب) صلہ رحمی

(ج) حسن ظن (د) حقوق العباد

۲۔ کسی چیز کی تحقیق کے سوا کچھ کہنا کہلاتا ہے:

(الف) یقین (ب) شک

(ج) ظن (د) خیال

۳۔ حدیث میں صلہ رحمی کا فائدہ بتایا گیا ہے:

(الف) صحت مند ہونا (ب) شہرت یافتہ ہونا

(ج) رزق کشادہ ہونا (د) معزز ہونا

ا۔ عقیدہ توحید

(صفاتِ باری تعالیٰ کا تعارف، توحید کے تقاضے)

حاصلاتِ تعلم

- عقیدۂ توحید کے معنی، مفہوم اور اہمیت سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- صفات باری تعالیٰ کی وضاحت کر سکیں۔
- توحید کے تقاضے سمجھ کر بیان کر سکیں۔

عقیدۂ توحید: عقیدۂ توحید (ایمان باللہ)، اسلام کے بنیادی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ ہے۔"عقیدہ" کا لفظ "عقد" سے ماخوذ ہے، جس کے لفظی معنی ہے مضبوط گرہ لگانا۔ عقیدہ سے مراد وہ خیالات و افکار ہیں جن پر انسان پختہ یقین رکھتا ہو، جو انسان کے کردار اور رویوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔"توحید" کے لغوی معنی ہیں ایک جاننا اور ایک ماننا ہے۔

دین کی اصطلاح میں عقیدۂ توحید کا مطلب ہے: کہ اس کائنات کا خالق و مالک و مختار کل صرف اللہ تعالیٰ ہے جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا، جس کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا اور نہ کبھی اس پر فنائیت آئے گی۔ معبود حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، اس نے اس کائنات کی ہر چیز کو پورے تناسب اور اس کے نظام کو پورے نظم وضبط کے ساتھ بنایا ہے۔ جس کا علم پوری کائنات کے ذرے ذرے پر محیط ہے، جو پوری کائنات کو دیکھتا ہے اور سب کی سنتا ہے اور سب کو رزق پہنچاتا ہے اور انھیں ہدایات دیتا ہے۔ جس کی نظیر اور مثال کوئی نہیں۔ وہ ہی مخلوق کے نفع و نقصان کا مالک ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں، وہ ہی ہے موت کے بعد دوبارہ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی دینے والا، وہ ذات صرف ایک ہے، اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ اس عقیدہ کو دل کے پختہ یقین کے ساتھ ماننا اور بوقتِ ضرورت اس کا زبان سے اقرار کرنا اور اعمال سے اظہار عقیدہ توحید کہلاتا ہے۔

توحید کی اہمیت: قرآن مجید میں جابجا توحید کی تعلیم دی گئی ہے خصوصاً سورۃ الاخلاص میں "توحید مطلق" کو نہایت ہی جامع انداز میں پر اس طرح بیان کیا گیا ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۝٣ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤ (سورۃ الاخلاص: ا۔۴)۔ ترجمہ: کہو کہ وہ معبود برحق اللہ ہے۔(ا) وہ ایک ہے۔(۲) اللہ بے نیاز ہے۔(۳) وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔(۴) اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔ کلمہ طیبہ کا پہلا جزء: لا الٰہ الا اللہ ہے، جو اسی عقیدہ کی عکاسی کرتا ہے۔ توحید کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بنیاد اور اس کا پہلا رکن قرار دیا ہے۔ حضور کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ قُوْلُوْ

الا إلهَ إلا اللّٰهُ تُفۡلِحُوۡا. ترجمہ: لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ کامیاب ہو جاؤ گے۔، یہ ہی تمام عبادات کا نچوڑ ہے جس کے بغیر نیکی قبول ہی نہیں کی جاتی، نیک اعمال چاہے پہاڑوں کے برابر ہوں عقیدہ توحید کے بغیر بالکل غارت ہو جائیں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے ہیں، سب نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی اور عقیدہ توحید ہی تمام نبیوں کی عملی زندگی میں بنیادی اصول، رکن اور ستون کا درجہ رکھتا ہے۔ توحید ہی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا نقطہ آغاز تھا ہر نبی اور رسول نے ایک ہی کلمہ پڑھا لاالہ الا اللہ اور آخری نبی حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے بھی اسی وحدہ لا شریك له کی طرف ہی بلایا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی کامیابی کا مدار ایمان اور عمل صالح پر رکھا ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:"اور جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔" (سورۃ فاطر، آیت:۷)۔

صفاتِ باری تعالیٰ: اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالیہ بہت ساری صفاتِ کمالیہ اور اوصافِ حمیدہ سے موصوف ہے۔ اس کی صفات اس کی ذات کی مانند ہیں وہ اس کی ذات کی طرح ازلی و ابدی ہیں۔ وَ لِلّٰہِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی فَادۡعُوۡہُ بِہَا۔ (الاعراف:۱۸۰) ترجمہ: اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اس کو انھی ناموں سے پکارا کرو۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں:

ا۔ اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے: ھُوَ الۡاَوَّلُ وَ الۡاٰخِرُ "وہی اول ہے اور وہی آخر ہے۔" (سورۃ الحدید آیت:۳)۔ اس کا مطلب ہے کہ پہلے کچھ نہیں تھا اور وہ موجود تھا اور کچھ آخر میں نہیں ہو گا مگر وہ موجود ہو گا، وہ ہمیشہ سے ہے اور تا ابد رہے گا، کسی نے اسے پیدا نہیں کیا ہے۔

ا۔ الحی (ہمیشہ زندہ غیر فانی): یہ وہ صفت ہے جس سے اس کا وجود بقاء، دوام ازلیت اور بے زوالی ظاہر ہوتی ہیں۔

۲۔ القدیر و القادر (قدرت والا): یہ وہ صفت ہے جس سے اس کی قدرت کی وسعت کا اظہار ہوتا ہے۔

۳۔ الخالق (پیدا کرنے والا): وہ خالق ہے یعنی اس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے اور عدم سے وجود میں لایا ہے۔ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ "اللہ ہر چیز کا خالق ہے" (سورۃ الزمر آیت:۶۲)

۴۔ العلیم۔ (سب کچھ جاننے والا): وہ علیم ہے یعنی وہ ہر بات، ہر کام اور ہر حرکت کو جانتا ہے۔ کوئی کام دن کی روشنی میں ہوا ہو یا رات کے اندھیرے میں، مجمع میں ہوا ہو یا تنہائی میں، صحرا میں ہوا ہو یا سمندر کی تہ میں۔ کوئی چیز اس کے علم سے چھپی ہوئی نہیں۔ کوئی کام ماضی میں ہوا ہو یا حال میں، یا مستقبل میں ہو گا، وہ سب کچھ جانتا ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ "بیشک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے" (سورۃ توبہ:۱۱۵)

۵۔ السمیع (سب کچھ سننے والا): وہ سمیع ہے۔یعنی وہ سب کو سنتا ہے، چاہے کوئی زبان سے پکارے یا دل میں، تنہائی میں پکارے یا مجمع میں، عربی زبان میں پکارے یا کسی اور زبان میں، وہ سب کی سنتا ہے اور ہر وقت سنتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ۔ ترجمہ: بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔ (البقرہ:۱۸۱)

٦۔ البصیر (سب کچھ دیکھنے والا): وہ بصیر ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اور کوئی کام اس سے اوجھل نہیں چاہیے وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ، سمندر کی گہرائی میں ہو یا زمین کی تہوں میں سب کو دیکھتا ہے۔ وَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ "ترجمہ: اور وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔" (سورۃ شوریٰ، آیت: ۱۱)

۷۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ (البروج:۱٦) ترجمہ: جو چاہتا ہے سو کر ڈالتا ہے۔ سارے کام اس کی مشیت سے ہو رہے ہیں۔

توحید کے تقاضے: توحید صرف آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کی ضمانت نہیں بلکہ دنیا کی فلاح و سعادت کا باعث بھی ہے۔ قرآن مجید اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ارشادات بتاتے ہیں کہ عقیدۂ توحید کے کچھ اہم اور بنیادی تقاضے ہیں، جن پر یقین رکھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے، ان میں سے کچھ اہم یہ ہیں:

- اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثل ہے۔ کائنات کی کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ جیسی نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اس جیسی کوئی چیز نہیں" (سورۃ شوریٰ، آیت:۱۱)۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو بے مثال ذات ماننا چاہیے۔
- صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی رضاجوئی کی انسان کو فکر کرنی چاہیے۔
- تمام اعمال و حرکات جو عبادت کے زمرے میں آتے ہوں، ان کو اللہ ہی کے لیے مخصوص کرنا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَنۡ لَا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ۔ (الاسراء:۲۳) ترجمہ: اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ سجدہ اسی کو کیا جائے گا، نذریں اور منتیں اسی کے لیے مانی جائیں گی، دعائیں و مناجات اسی سے کی جائیں گی، پناہ اسی سے مانگی جائے گی، غیبی امداد کے لیے صرف اسی کو پکارا جائے گا۔
- تمام جذبات و احساسات بھی اللہ ہی کے لیے مخصوص کیے جائیں جن میں عبادت کی روح پائی جاتی ہو؛ جیسے حمد و شکر، امید، توکل، خوف و تقویٰ اور حقیقی محبت و عقیدت و خشیت، خشوع و خضوع وغیرہ۔
- اس پوری کائنات کا حقیقی مقتدرِ اعلیٰ صرف اللہ کو ماننا چاہیے۔ حکم دینے اور منع کرنے کا حق صرف اسی کو ہے۔ حقیقی شارع اور قانون ساز بھی صرف وہی ہے۔ مخلوق کی زندگی کا قانون متعین کرنے، اسے معاف کرنے یا سزا دینے کا حق صرف اسی کو ہے۔

- اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت اور امر و نواہی کے مطابق اس دنیا کی زندگی بسر کی جائے۔
- اللہ تعالیٰ پر اس کی ساری صفات کے ساتھ ایمان لانا۔

توحید کے یہ بنیادی تقاضے اتنی اہمیت رکھتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار اللہ پر ایمان رکھنے کے دعوے کو بے معنی کر دیتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ ساری باتیں عقیدہ توحید کے اصل مفہوم میں شامل ہیں، اور کوئی شخص اس وقت تک صحیح معنوں میں مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اس عقیدہ پر پورے مفہوم کے ساتھ ایمان نہ لائے۔

عقیدۂ توحید کے زندگی پر اثرات: جب عقیدۂ توحید دل و دماغ میں راسخ ہو جاتا ہے تو اس کی شخصیت میں کچھ اثرات / ثمرات نمایاں ہوتے ہیں۔ اسلامی عقائد کا اثر انسان کی عملی زندگی پر بھی پڑتا ہے، انسانی سیرت و کردار اور اعمال و اخلاق کو سنوارتے ہیں۔ عقیدۂ توحید کے نمایاں اثرات جو انسانی زندگی پر پڑتے ہیں وہ یہ ہیں:

- ذات باری تعالیٰ اور اس کے اسماء وصفات پر ایمان سے بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت و تعظیم پیدا ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ اوامر الٰہی پر کاربند رہتا ہے اور نواہی سے احتراز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر کاربند رہنا اور منہیات سے اجتناب کرنا ہی فرد اور معاشرے کے لیے دنیا و آخرت میں کمال سعادت ہے۔
- انسان کو حریت و آزادی کا بلند ترین مقام عطا کرتا ہے۔
- انسان کے اندر پرہیز گاری، خودداری و عزت نفس کے اوصاف پیدا کرتا ہے۔
- انسان میں عجز و انکساری پیدا کرتا ہے۔
- وسعت نظر کی وجہ سے تمام مخلوق کو محبت اور پیار سے دیکھتا ہے اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔
- انسان میں استقامت و بہادری، قناعت، بے نیازی، عزم و حوصلہ، صبر و توکل کی طاقت عطا کرتا ہے، جس کی وجہ سے وہ دنیا کی مصیبتوں کا جوان مردی سے مقابلہ کرتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رحمت پر پورا یقین ہونے کی وجہ سے وہ کبھی بھی مایوس اور ناامید نہیں ہوتا، بلکہ وہ نڈر ہو کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد بالسیف کرتا ہے اور موت سے نہیں ڈرتا ہے۔
- انسان میں بنی نوع انسان کی وحدت اور مساوات کا تصور پیدا کرتا ہے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ عقیدہ توحید کی وضاحت کریں۔

۲۔ توحید کے تقاضے پر تفصیلی نوٹ تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ ایمان کا مفہوم کیا ہے؟

۲۔ عبادت کسے کہتے ہیں؟

۳۔ عقیدہ توحید کے اثرات پر نوٹ تحریر کریں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ازلی وابدی ہے۔ وضاحت کریں۔

۵۔ توحید کا کیا مطلب ہے؟

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ توحید کے لفظی معنی ہیں:

(الف) ایک ماننا (ب) یقین کرنا

(ج) نظم وضبط رکھنا (د) ہدایت ورہبری کرنا

۲۔ ایک مسلمان کو پہلے:

(الف) عقیدہ درست کرنا چاہیے (ب) نماز پڑھنا چاہیے

(ج) بااخلاق ہونا چاہیے (د) حج کرنا چاہیے

۳۔ انسان کی فلاح ونجات کا مدار ہے:

(الف) صبر وشکر پر (ب) اخلاق وتقویٰ پر

(ج) ایمان وعمل صالح پر (د) تحمل وبردباری پر

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ شرک، شرک کی مذمت، شرک کے اقسام پر مختصر وضاحت کریں۔

۲۔ عقیدۂ رسالت

حاصلاتِ تعلم

- نبوت و رسالت کے معنی و مفہوم کو سمجھ سکیں۔
- ضرورتِ نبوت و رسالت واضح کر سکیں۔
- حب رسول، اطاعت و اتباع رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی اہمیت جان کر بیان کر سکیں۔
- ختم نبوت کا مفہوم اور اس کی ضرورت سمجھ کر بیان کر سکیں۔
- روز مرہ کی زندگی میں عقیدہ رسالت کو اپنا سکیں۔

نبوت و رِسالت کے لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم: عقیدہ رسالت اسلام کا دوسرا اہم اور بنیادی عقیدہ ہے۔ لفظ "نبوت" "نبا" سے ماخوذ ہے، جس کے لفظی معنی خبر کے ہیں۔ اور خبر دینے والے کو "نبی" کہا جاتا ہے، اس کی جمع انبیاء ہے۔ اور "رسالت" لغت میں پیغام پہنچانے کو کہتے ہیں۔ اور پیغام پہنچانے والے کو "رسول" کہا جاتا ہے، جس کی جمع رُسُل ہے۔

دین کی اصطلاح میں "نبوت و رسالت" ایک اعلیٰ روحانی منصب ہے جن پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے خاص خاص بندوں کو منتخب کر کے فائز فرمایا ہے۔ جس کے ذریعے انسان کو معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔ مطلب کہ نبوت و رسالت ایک ایسا منصب ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان رابطے کا کام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے احکام و ہدایات اپنے بندوں تک پہنچاتا ہے اور ان کے ذریعے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح و تربیت کرتا ہے۔ جو شخصیت اس منصب پر فائز ہوتی ہے اسے نبی یا رسول کہا جاتا ہے، رسالت ملنے سے پہلے بھی رسول کی حیثیت اپنی قوم میں اعلیٰ ہوتی ہے۔ وہ معصوم، پاکباز، نرم خو، نیک طینت، سچا اور امانتدار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے پہلے جتنے بھی انبیاء و رسل بھیجے ہیں، سب پر ایمان لانا فرض ہے۔

اسلام کے سلسلہ عقائد میں توحید کے بعد "رسالت" کا درجہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ (البقرہ:۲۸۵)۔ ترجمہ: سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے پیغمبروں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے۔

ضرورتِ نبوت و رسالت:

۱۔ اسلام نے انسان کی پیدائش اور زندگی کا مقصد "اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت" انبیاء و رسل کے ذریعے بتایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس پر انسان کی دنیا و آخرت کی فلاح و نجات کا دار و مدار ہے۔

۲۔ انسان فطری طور پر چاہتا ہے کہ عملی زندگی کے لیے اس کے سامنے کوئی مثال یا نمونہ ہو، جسے دیکھ کر اس کے موافق زندگی گزار سکے اور پیغمبروں کی زندگی لوگوں کے لیے بہترین مثال یا نمونہ عمل ہوتی ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے نبی اور رسول پر کتاب نازل فرماتا ہے۔ صاحب کتاب اس کی تعلیمات اور احکامات اور حکمتیں سکھاتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ: اللہ نے مومنوں پر یقیناً احسان کیا ہے کہ ان میں ان ہی میں سے پیغمبر بھیجے جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔ (آل عمران: ۱۶۴)

۴۔ اسلامی عقیدے کے مطابق یہ دنیا عمل کی جگہ ہے اور آخرت محاسبہ اور پوچھ گچھ کی جگہ۔ اب اگر لوگوں کو سرے سے کوئی رہبری فراہم نہ کی جائے تو قیامت کے دن ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں کی جاسکتی۔ کیوں کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں تو کوئی ہدایت ہی نہیں ملی تو ہم عمل کیسے کرتے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبعی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بندوبست فرمایا ہے، اسی طرح روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے نبوت ورسالت کا اہتمام فرمایا۔ رسولوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دینے کے لیے بھیجا گیا کہ وہ انسانوں کو ایمان کی طرف بلائیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کا حکم دیں، تاکہ لوگوں پر حجت پوری ہو جائے پھر کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا۔ (النساء: ۱۲۵)

حبِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ: قرآن کریم کی روشنی میں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ ہمارے تعلق کی چار بنیادیں ہیں۔ ا۔ ایمان ۲۔ اطاعت ۳۔ اتباع ۴۔ محبت۔ حُب یا محبت ایک فطری کشش اور فطری جذبہ کا نام ہے، اور اگر یہ محبت مذہب کے رشتے کی بنیاد پر ہو تو "روحانی محبت" یا "ایمان کی محبت" کہلاتی ہے۔ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی ہماری ہر قسم کی محبت کی حقدار ہے اور ایمان کا تقاضا ہے، کیوں کہ وہ ہستی اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مومنوں کے محسن و مربی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ محبت کا حکم دیتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ایمان یا اطاعت معتبر ہی نہیں جس کی بنیاد محبتِ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ پر نہ ہو۔

پھر اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبت بھی محض ظاہری اور رسمی قسم کی نہ ہو بلکہ ایسی محبت ہو جو تمام محبتوں پر غالب آجائے، جس کے مقابلہ میں عزیز سے عزیز تر رشتے اور محبوب سے محبوب تر تعلقات کی بھی قدر و قیمت نہ رہ جائے، جس کے لیے دنیا کی ہر چیز کو چھوڑا جا سکے۔ قرآن مجید میں اسی محبت کا معیار یہ بتایا گیا ہے۔ "نبی کریم (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

وَسَلَّمَ) مومنوں کے لیے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں" (الاحزاب:٦) اور حدیث شریف میں "حُبِ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ" کو علامت ایمان قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا" تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ اپنے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے" (صحیح بخاری، کتاب الایمان، حدیث:١٥)۔

اطاعت واتباع رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ: اطاعت کا لفظ "طوع" سے بنا ہے جس کے معنی دلی آمادگی، فرمانبرداری کرنا یا حکم بجا آوری ہے۔ اطاعت میں مکمل خود سپردگی درکار ہوتی ہے یہ نہیں ہوگا کہ کچھ حکم مانیں اور کچھ نہیں مانیں گویا دلی آمادگی کے ساتھ فرمان برداری اور قبول کر لینے کے رویے کا نام اطاعت ہے۔

اتباع: دل کی حقیقی محبت اور طبیعت کی پوری آمادگی اور ایک گہرے قلبی لگاؤ کے ساتھ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی ہر قدم اور ہر ادا کی پیروی لازمی کرنا "اتباع" کہلاتا ہے۔ یعنی جب اطاعت کلی اور محبت قلبی جمع ہوں گے تو اتباع کہلائے گا۔ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت یہ ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے جو احکام بتائے ہیں یا ہدایات دی ہیں یا عمل فرمایا ہے اس کی اطاعت کی جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔

سیدنا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کا حکم دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا واحد ذریعہ رسول ہی ہوتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ براہ راست اپنے بندوں سے کلام نہیں کرتا بلکہ اپنے رسول کے واسطے سے ہی کلام کرتا ہے۔ رسول ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور اس کے احکام سے آگاہ کرتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے، اس لیے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا چاہتا ہے اسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کرنی پڑے گی، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "جس نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی" (سورۃ النساء، آیت:٨٠)

رسالت محمدی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات: حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر آکر تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو جو کمالات علیحدہ علیحدہ عطا فرمائے تھے وہ حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی شریعت میں تمام شامل کر دیے گئے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی

شریعت خصوصی فضیلت کی حامل ہے ان تمام رسولوں کی شریعتوں کے جملہ فضائل کو اپنے اندر سمیٹے ہوئی ہے۔ جن میں سے چند خصوصیات یہ ہیں: • عمومیت و عالمگیریت • پہلی شریعتوں کا نسخ • کاملیت • حفاظت کتاب • سنت نبوی کی حفاظت • جامعیت • ختم نبوت۔

ختمِ نبوت: "ختم" کے لغوی معنی ہیں مُہر لگانا کسی چیز کی انتہا اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانا۔ ختمِ نبوت کا مطلب ہے کہ نبوت کا سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور یکے بعد دیگرے کئی انبیاء کرام علیہم السلام آئے یہ سلسلہ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر ختم ہو گیا۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد کسی بھی طرح جو نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہے اور اسلام کے دائرے سے خارج ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر نازل ہونے والی کتاب یعنی قرآن مجید پوری انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی آخری ابدی الہامی کتاب ہے، اس کے بعد کوئی دوسری کتاب نازل نہیں ہو گی۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری سے ہدایت کا سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا، دین مکمل ہو گیا اب ختمِ نبوت ہو گئی۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (المائدہ:۳)۔ ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمھارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

ختمِ نبوت کی ضرورت: جب دین مکمل ہوا اور دین اسلام پر رضائے الٰہی کا واضح اظہار ہوا، یہ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی اور رسول ہونے کا اعلان ہے کہ اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں رہی۔ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا: مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ (سورۃ الاحزاب:۴۰) ترجمہ: محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ تمھارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں لیکن اللہ کے پیغمبر اور نبیوں کی مہر یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والے ہیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ترجمہ: میری امت میں تیس (۳۰) ایسے جھوٹے ہوں گے جن میں سے ہر ایک اپنے نبی ہونے کا دعوی کرے گا حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں" (ابو داؤد، حدیث: ۴۲۵۲)۔ ذکر کردہ حدیث سے واضح ہے کہ حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ آخری نبی ہیں اور یہ امت آخری امت ہے، اب کوئی بھی نبی نہیں آئے گا، اگر کوئی ایسا دعوی کرے تو وہ جھوٹا ہو گا۔

چنانچہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے آخری نبی ہونے پر تمام امت کا اجماع و اتفاق ہے۔

حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے کی وجہ: حضرت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے کی کچھ وجوہات یہ ہیں:

- حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر ایک ایسی جامع اور ہمیشہ رہنے والی کتاب نازل کی گئی جس کے الفاظ اور واحکام ابھی تک محفوظ ہیں اور قیامت تک محفوظ رہیں گے۔ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو دین کامل اور مکمل شریعت دی گئی، جس میں ایسی جامع اور اصولی تعلیم دی گئی ہے کہ اس کو سامنے رکھ کر قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا حل نکالا جاسکتا ہے۔
- حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قوموں، علاقوں اور قبیلوں کی طرف نبی ہو کر آئے۔ ان کی نبوت وقتی تھی اور اپنی قوموں کے لیے خاص تھی، جبکہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت پوری انسانیت اور بین الاقوامیت کے لیے عام ہے اور قیامت تک آنے والے سب انسانوں کے لیے ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے تمام تعلیمات کی صداقت پر یقین رکھیں۔ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت واتباع کریں، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سے بے پناہ محبت کرتے ہوئے اپنی تمام خواہشات کو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے احکام کے تابع کریں، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کا بے حد ادب واحترام کریں، آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و جلال کی وجہ سے ہمیشہ تواضع و انکساری سے رہیں۔ آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے اجتناب کریں، حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی امت (تمام مسلمانوں) کے خیر وخواہ رہیں۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے پیغام کو اپنے قول اور عمل سے آگے پھیلائیں۔

سرگرمی برائے طلبہ وطالبات	ختم نبوت کے بارے میں آیت اور حدیث یاد کرکے چارٹ پر لکھ کر کلاس میں آویزاں کریں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ رسالت اور نبوت کے لغوی اور اصطلاحی معنی ومفہوم تحریر کریں۔

۲۔ عقیدہ رسالت پر تفصیلی مضمون لکھیں۔

۳۔ اطاعت و اتباع رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۴۔ عقیدہ ختم نبوت کی تشریح کریں۔

۵۔ دین اسلام میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت کی کیا اہمیت ہے؟ تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ نبی یا رسول کسے کہتے ہیں؟

۲۔ آخری رسالت محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خصوصیات تحریر کریں۔

۳۔ ختم نبوت کے متعلق قرآن مجید و حدیث ہماری کیا راہنمائی کرتی ہے؟

۴۔ ایمان کامل کی پہچان کیا ہے؟ تحریر کریں۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب کے سامنے "✓" کا نشان لگائیں:

۱۔ نبوت و رسالت ایک ایسا منصب ہے جو:

(الف) کوئی بھی انسان محنت کر کے حاصل کر سکتا ہے۔ (ب) عبادت گزار لوگوں کو ملتا ہے۔

(ج) خدمت خلق کرنے والوں کو ملتا ہے۔ (د) اللہ تعالیٰ اپنے خاص منتخب بندوں کو عطا کرتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی ہدایت و رہبری کے لیے بھیجا ہے:

(الف) کتاب (ب) نبی

(ج) فرشتہ (د) جن

۳۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے پہلے نبی ہیں:

(الف) حضرت آدم علیہ السلام (ب) حضرت موسیٰ علیہ السلام

(ج) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (د) حضرت ابراہیم علیہ السلام

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ عقیدہ ختم نبوت کو طلبہ کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کے لیے دور حاضر کے تقاضاؤں کے مطابق مزید واضح کریں